MD ASADULLAH\Downloads\23.09.2019 (1).inp 07/02/41 11:11 PAGE 1 (1,1)

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ حضرت مولانا جمال احمد میرٹھیؒ
■ غبارِ دل (تبصرۂ کتاب)
■ مکہ ڈائری
■ راستے کا حق
■ اسمارٹ فون دنیا کا سب سے بڑا فتنہ
■ اخبار جہاں، ہفتۂ رفتہ، ملی سرگرمیاں

جلد نمبر 59/69 شمارہ نمبر 36 مورخہ ۲۳/محرم الحرام ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۳/ستمبر ۲۰۱۹ء روز سوموار

بین السطور

ایک ملک ایک زبان تاریخ جانیے

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

یوم ہندی کے موقع سے وزیر داخلہ امیت شاہ نے ایک ملک ایک زبان کی بات کہہ کر غیر ہندی ریاستوں کو سخت تشویش میں مبتلا کر دیا ہے، مختلف سیاسی پارٹیوں نے اس پر سخت احتجاج کیا ہے، سیاسی لیڈران کا کہنا ہے کہ یہ ہندی کو ہندتو انظریہ اور تحریک سے جوڑ کر زبان کو فرقہ وارانہ رنگ میں رنگنے کی سوچی سمجھی سازش ہے، اور اس سے ملک کے اتحاد کو نقصان پہونچے گا، ایک ملک اور ایک زبان کا تصور دستور کی دفعہ ۲۹/ میں دیے گیے الگ زبان اور کلچر کے حق کے بھی خلاف ہے، ایم ڈی ایم کے سربراہ وائیکو نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اگر ہندی تھوپی گئی تو ملک تقسیم ہو جائے گا، اور ہمارے پاس صرف وہ ہندوستان رہے گا جہاں کے لوگ ہندی بولتے ہیں، اس انتباہ کا مطلب یہ ہے کہ مرکزی سرکار کا ایسا کوئی قدم آسامی، مراٹھی، تیلگو، بنگلہ، پنجابی، ملیالم، کنڑ وغیرہ بولنے والوں کو بغاوت پر آمادہ کرے گا اور یہ ملک کی سالمیت کے لیے خطرناک ہوگا۔

اس معاملہ میں سب سے سخت موقف تامل ناڈو کا رہا ہے، ہم آپ کو یاد دلائیں کہ تامل ناڈو میں ہندی کی مخالفت پہلے سے ہوتی رہی ہے، ۱۹۳۷ء میں پہلی بار ہندی کے خلاف آواز بلند ہوئی تھی، جب وہاں کے اسکولوں میں ہندی لازمی طور پر پڑھانے کی بات کی گئی تھی، تین سال تک مسلسل تحریک چلتی رہی تو ۱۹۴۰ء میں اس وقت کے برٹش گورنر لارڈ آراسکائن نے اسے منسوخ کرنے کا اعلان کیا، پنجاب میں بھی ہندی کے خلاف آواز بلند ہوئی جس کے نتیجے میں ہریانہ اور ہماچل پردیش الگ سے ریاست قائم ہوئی اور اسے ہندی بولنے والی ریاست کے طور پر تسلیم کیا گیا، پھر ۱۹۶۳ء میں جب پارلیامنٹ میں یہ بل پیش ہوا تو جنوبی ہندوستان کے لوگوں نے سخت مخالفت کی اور بل پاس ہونے کے بعد مدورائی میں سخت فساد پھوٹ پڑا تھا، جس میں سرکاری اعداد وشمار کے مطابق ستر لوگ مارے گئے، جب کہ غیر سرکاری اعداد وشمار کے مطابق مرنے والوں کی تعداد پانچ سو سے زائد تھی، بالآخر اس قضیہ کو حل کرنے کے لیے اس وقت کے وزیر اعظم لال بہادر شاستری کو سہ لسانی فارمولہ پیش کر کے ان ریاستوں کو مطمئن کرنا پڑا تھا، سہ لسانی فارمولے کا مطلب ہندی کو لازم قرار دینے کی نفی تھی۔ اس طرح جون ۲۰۱۴ء میں حکومت کی طرف سے اسکولوں میں ہندی کو لازمی زبان کے طور پر شامل کرنے کا منصوبہ سامنے آیا تو تامل ناڈو کی وزیر اعلیٰ جے للیتا اور حزب مخالف کے لیڈر ایم کرونا ندھی نے وزیر اعظم کو خط لکھ کر اس تجویز کی مخالفت کی اور واضح کیا کہ ۱۹۶۸ء میں سرکاری زبان کے ایکٹ ۱۹۶۳ء کی دفعہ ۱(۱) میں ترمیم کر کے مرکز اور غیر ہندی بولنے والی ریاستوں سے رابطہ کی زبان انگریزی قرار دیا گیا تھا جس پر اب تک عمل ہو رہا ہے۔

آج بھی ملک کی جنوبی ریاستوں میں ریلوے اسٹیشن کے نام ہندی میں درج ہونے کے علاوہ باقی سب کچھ انگریزی یا مقامی زبان میں ہوتا ہے، تامل ناڈو، کیرالہ، کرناٹک وغیرہ میں ہندی سمجھنے والوں کی تعداد انتہائی کم ہے، بولنا تو اس سے اوپر کی بات ہے، مغربی بنگال میں ہندی بولی سمجھی جاتی ہے، لیکن بنگالی اپنی مادری زبان کے تحفظ اور بقا میں دوسری ریاستوں سے کم سخت نہیں ہیں، ممتا بنرجی کا یوم ہندی پر یہ بیان بہت ہی اہم ہے کہ ہم بھلے ہی دوسری زبان سیکھ لیں لیکن ہمیں اپنی مادری زبان کو نہیں بھولنا چاہیے، یہی درست اور صحیح موقف ہے۔

ملک کی نئی تعلیمی پالیسی ۲۰۱۹ء میں سہ لسانی فارمولے کو تسلیم کیا گیا ہے، اور ترتیب میں مادری زبان، انگریزی اور دیگر زبان کی بات کہی گئی ہے، ظاہر ہے جب اسکولوں میں تعلیم مادری زبان میں ہوگی اور یہ بات مسلم ہے کہ ہندوستان کی مختلف ریاستوں کی بولیاں اور مادری زبان الگ الگ ہے۔ سال ۲۰۰۱ء کی مردم شماری کے مطابق ملک میں ایک سو بائیس زبانیں بولی جاتی ہیں، جبکہ بولیوں کی تعداد پندرہ سو ننانوے ہے، آئین کی آٹھویں شڈول میں بائیس زبانوں کو شامل کیا گیا ہے، جن میں سے ایک ہندی بھی ہے۔ ایسے میں صرف ایک زبان کو پورے ملک پر کس طرح تھوپا جا سکتا ہے، وزیر داخلہ کو بیان دیتے وقت ملک کی موجودہ صورت حال کا گہرائی سے مطالعہ کرنا چاہیے، اور انہیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ ملک کی طاقت کثرت میں وحدت ہے اور یہی پوری دنیا میں ہندوستانی ثقافت کے طور پر جانا پہچانا جاتا ہے۔

''مسلمان شرارت پسند ہو گیے ہیں، کانگریس ان کا مقابلہ کرنے کی بجائے ان کے آگے سر تسلیم خم کیے ہوئے ہے، اس لیے ہمیں گاندھی اور مسلمان دونوں سے لڑنا ہوگا، اس کے لیے آر ایس ایس کا استعمال آسان اور مفید ہو سکتا ہے، چرخے کا مقابلہ آخر کار رائفل سے ہی کرنا ہوگا۔'' (ہیڈگوار کے قریبی ساتھی بی اس منجے کے کھاپڑے'' کے نام ایک خط کا اقتباس۔'')

نہرو میموریل میوزیم لائبریری دہلی میں موجود بی اس منجے کا یہ خط اپنے دوست کھاپڑے کے نام ہے، منجے اس سے قبل ۱۹/ مارچ ۱۹۳۰ء کو ۳/ بجے سہ پہر مسولینی سے مل چکے تھے اور اٹلی کی یونین سیٹی کا دیدار کر چکے تھے، انہوں نے ہندوستان میں اسی انداز میں فاشسٹ نظریات کی اشاعت کے لیے کام کیا، اس کام میں انہوں نے آر ایس ایس کے بانی ہیڈگوار کو ساتھ لیا اور ۳۱/ جنوری ۱۹۳۴ء کو فاشسزم اور مسولینی کے نام سے ہیڈگوار کی صدارت میں ایک کانفرنس کا انعقاد کیا، جس میں کانفرنس کی غرض وغایت کے سلسلے میں منجے نے افتتاحی خطاب بھی کیا تھا۔

اس کانفرنس کی تجویز پر عمل درآمد کے لیے ایک خفیہ میٹنگ بھی رکھی گئی تھی، جس میں منجے ہیڈگوار اور لالو گوکھلے شریک ہوئے، اس مجلس میں گوکھلے کے اس سوال کے جواب میں کہ ہندوؤں کو کس تدبیر سے منظم کیا جا سکتا ہے، منجے نے کہا۔ ''ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں اس اتحاد کی بنیادیں پائی جاتی ہیں، لیکن انہیں بروئے کار لانے کے لیے ضروری ہے کہ قدیم زمانے کے شیواجی یا جدید دور کے مسولینی یا ہٹلر جیسے کسی ہندو ڈکٹیٹر کے ہاتھ میں ہندوستان کی باگ ڈور ہو، ہمیں اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ایک منصوبہ ترتیب دے کر اس کی تشہیر وتبلیغ کے لیے سرگرم عمل ہو جانا چاہیے۔''

اس میٹنگ کے بعد آر ایس ایس کی تنظیم متحرک ہوئی، مسولینی کے افکار ونظریات کے مطابق بھونسلا ملٹری اسکول قائم کیا گیا، اور دی سنٹرل ہندو ملٹری ایجوکیشن سوسائٹی کی تشکیل کے لیے جدوجہد شروع ہوئی اور سولہ سال سے اٹھارہ سال کے لڑکے لڑکیوں کو فوجی تربیت دی جانے لگی، جسمانی ورزشیں اور نیم فوجی مشقیں اسی فکر کی دین ہیں۔

ہندو مہا سبھا کے اس وقت کے سکریٹری ساورکر کی سوچ بھی اس تنظیم کے تابع تھی، اس لیے اس نے ۱۴/ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو مالیگاؤں میں تقریر کرتے ہوئے ہٹلر کی یہود دشمن پالیسی کی حمایت کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''ملک کی تعمیر اس کے اکثریتی فرقہ کو لے کر ہوتی ہے نہ کہ اقلیتی فرقہ کو لے کر، اس لیے جرمنی میں یہودیوں کا کیا کام؟ اچھا ہوا کہ اقلیت ہونے کی بنا پر انہیں ملک بدر کر دیا گیا۔''

آر ایس ایس کی یہ سوچ پروان چڑھتی رہی اور اس نے ہٹلر اور مسولینی کے طرز پر ہندوستان سے اقلیتوں کو اکھاڑ پھینکنے کے منصوبہ پر کام کیا، اسے لگا کہ گاندھی جی اس کے راستے کی بڑی رکاوٹ ہیں تو گوڈسے کے ذریعہ ان کو راستے سے ہٹا دیا گیا، اس طرح منجے کی اس تجویز پر عمل ہو گیا کہ چرخہ کا مقابلہ رائفل سے کرنا ہوگا، گاندھی جی کا چرخہ ختم ہو گیا، حالاں کہ منجے کو یہ بات سمجھنی چاہیے کہ چرخہ ''بدیسی'' کے مقابلہ ''سودیسی'' کی تعلیم دیتا تھا، یہ ایک علامت تھی کہ ہم غیر ملکی چیزوں کے بجائے ملکی مصنوعات کا استعمال کریں گے، گاندھی کو راستے سے ہٹا دیا گیا، لیکن برسوں بعد آر ایس ایس نے ہندو، ہندی اور ہندوستانی کو ہندتوا کا موٹو اور سلوگن قرار دیا تو اسی ''سودیشی'' کے لیے منظم جلوس اور تحریک کا سہارا لیا جانے لگا اس کا مطلب ہے کہ گاندھی کو گولیوں سے بھونا جا سکتا ہے، لیکن چرخہ کو ختم نہیں کیا جا سکتا، پہلے کھادی بھنڈار کے اشتہارات میں گاندھی جی ہوا کرتے تھے، جو چرخا چلاتے نظر آتے تھے، لیکن چند سال پہلے سے چرخا کا ہینڈل گاندھی جی کے بجائے تصویر میں مودی جی کو پکڑا دیا گیا ہے، مودی جی آزادی کے بعد کی پیداوار ہیں، ان کا چرخہ سے کچھ لینا دینا نہیں ہے تو کیا وہ چرخہ کا ہینڈل پکڑ کر یہ اقرار کرنا چاہتے ہیں کہ گاندھی کی ''سودیشی'' والی تحریک بھی ختم نہیں ہو سکتی اور یہ ہندوستان میں اپنا کام کرتی رہے گی، اس نقطۂ نظر سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ چرخہ کو رائفل ختم نہیں کر سکا۔ (بقیہ صفحہ ۱۰/ پر)

بلا تبصرہ

''بی جے پی میں یہ سکھایا گیا ہے کہ پہلے آویدن، پھر نویدن، پھر دنادن یعنی یہ کہ پہلے باقاعدہ درخواست دی جائے، پھر گذارش کی جائے اور جب ان دونوں سے کام نہ بنے تو مار پیٹ کا راستہ اختیار کیا جائے۔''

(آکاش وجے درگیہ، روزنامہ پائینر ۳/ جولائی ۲۰۱۹ء)

قرآن مجید

''مسلمانوں کا اس (قرآن) کے جمع وتدوین کے کام کے ختم ہونے کے بعد سے اب تک اس قرآن پر اجماع اور مکمل اتفاق رہا ہے اور اب تو قرآن تحریف اور حسب مطلب تبدیلی کرنے والوں کی دست برو سے علماء وحفاظ کی کثرت اور لوگوں کے درمیان اشاعت اور کثرت طبع کے سبب بالکل محفوظ ہو گیا ہے۔''

(حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ: قرآن مجید ابدی کتاب ص: ۱۹)

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

کتاب زندگی کو نظر انداز نہ کیجئے

پیغمبر کہیں گے کہ اے میرے رب ! میری قوم نے اس قرآن کو بالکل نظر انداز کر دیا تھا (فرقان ۳۰)

وضاحت:۔ قرآن مجید خالق کائنات کا وہ سدا بہار دائمی، عالمی اور انقلابی پیغام حیات ہے، جو کتاب ہدایت بھی ہے اور کتاب زندگی بھی، جس کا دنیا نے مشاہدہ کرلیا کہ اس نے نوع انسانی کے افکار ونظریات، اخلاق تہذیب اور طرز زندگی پر اتنی وسعت، اتنی گہرائی اور اتنی ہمہ گیری کے ساتھ اثر ڈالا جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی، اس کی تاثیر نے ایک قوم کو بدلا، پھر اس قوم نے اٹھ کر دنیا کے ایک بڑے حصے کو بدل ڈالا، عمل کی دنیا میں اس کے ایک ایک لفظ نے خیالات کی تشکیل اور مستقل تہذیب کی تعمیر کی، دنیا کے تمام دستور اور قوانین میں کچھ نہ کچھ جھول اور خامیاں پائی جاتی ہیں، اس لئے وہ وقت اور حالات کے مطابق بدلتے رہتے ہیں، لیکن قرآن کریم یہ وہ دستور کی کتاب ہے جس میں شمہ برابر کمزوری نہیں، موجودہ سائنسی دور میں دنیا کے مذاہب اور ان کے رہنماؤں نے اپنے نظریات بدل دئے، فلسفہ کی تھیوڑی موسم اور حالات کے تناظر میں ادلتی بدلتی رہی، لیکن قرآن کریم کی کسی بات میں ادنی درجہ کا فرق نہیں آیا، بلکہ اس نے انسانی زندگی میں جو اخلاقی، روحانی، سیاسی اور تمدنی انقلاب برپا کیا، تاریخ عالم میں اس کی کوئی نظیر ومثال نہیں ملتی اور یہی اس کے نزول کا بنیادی مقصد ہے، اور جو لوگ اس کے معانی ومطالب پر غور وفکر کرتے ہیں وہ اس راز کو سمجھتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کا پڑھنا، سمجھنا اور پھیلانا سب موجب سعادت اور باعث برکت ہے، مگر ستم ظریفی کہئے کہ اس امت کا قرآن مجید سے رشتہ کمزور پڑتا جا رہا ہے، نہ ہی ہم اس کی تلاوت کی پابندی کرتے ہیں اور نہ ہی اس سے پورے طور پر مکمل استفادہ کرتے ہیں، ہمارے گھر، تعلیمی ادارے، معاشرہ اور تہذیب وثقافت میں غیر اسلامی عناصر اس طرح داخل ہوتے جا رہے ہیں کہ ایسا لگتا ہے کہ دین کی روح اور اس کی شعاع مدہم پڑتی جا رہی ہے، جب مسلمان خود اپنے مسائل کا حل قرآن مجید میں تلاش نہ کریں اور اس کو عملی نمونہ نہ بنائیں گے تو غیروں سے شکوہ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں، اس لئے کہ جب قیامت قائم ہوگی اور حساب وکتاب کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عدالت لگے گی تو ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے کہ اے میرے رب میری قوم نے قرآن چھوڑ دیا تھا وہ قرآن کو عقیدہ مانتے تھے مگر عملی زندگی میں اس کو نافذ نہیں کرتے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی نے اپنی تفسیر میں آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ آیت میں اگرچہ مذکور صرف کافروں کا ہے، تاہم قرآن مجید کی تصدیق نہ کرنا، اس میں تدبر نہ کرنا اس کی تلاوت نہ کرنا، اس کی صحیح قرأت کی طرف توجہ نہ کرنا، اس سے اعراض کر کے دوسرے لغویات یا حقیر چیزوں کی طرف متوجہ ہونا، یہ سب صورتیں درجہ بدرجہ ہجران قرآن کے تحت داخل ہوسکتی ہیں۔ اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کا معمول بنائے اور اس کے معانی ومفاہیم پر غور وفکر کرنے کی عادت ڈالے۔

صبر کرو:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو جو اپنے بچہ کی موت پر رو رہی تھی سمجھایا، مگر وہ نہ مانی، بعد کو جب اس کو معلوم ہوا کہ یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو معذرت کرنے آئی اور صبر کا کلمہ ادا کیا، آپ نے فرمایا کہ صبر صدمہ کے شروع میں کرنا چاہئے (ابوداؤد شریف)

مطلب:۔ موجودہ دنیا آزمائش کی دنیا ہے، کبھی انسانوں پر خوف ودہشت کی کیفیت طاری ہوگی، کبھی وہ مسائل ومشکلات کی سنگلاخ وادیوں میں گھرے گا، ایسے تمام موقعہ پر اپنے آپ کو راہ راست پر قائم رکھنے کے لئے صبر کی طاقت درکار ہوتی ہے، اعتدال وتوازن کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرنا دانشمندانہ طریقہ عمل ہے، کسی بھی مرحلہ میں قلب کو خدا کی یاد سے غافل نہ ہونے دیں، اگر کسی کے گھر میں میت ہو جائے تو اس وقت صبر وبرداشت کے دامن کو تھامے رہنا چاہئے، منہ پر تھپڑ مارنا اور سینہ کوبی کرنا مومن کا شیوہ نہیں، ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ جو شخص گریبان پھاڑتا ہے اور گالوں پر طمانچے مارتا ہے اور جاہلیت کی طرح چیختا، چلاتا ہے وہ میری امت میں سے نہیں ہے، ہاں کسی عزیز یا رشتہ دار پیر ومرشد اور عالم ربانی کی موت پر غم کے آنسو کا بہہ جانا یہ ایک فطری تقاضا ہے، جو انسانی اختیار سے باہر ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابرہیم نے جب وفات پائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو کے چند قطرے نکل پڑے اور فرمایا کہ اے ابراہیم ہم تیری جدائی سے مغموم ہیں، لیکن زبان سے وہی نکلے گا جو رب کی مرضی ہے، یہ گویا غیر اختیاری عمل ہے جس پر کوئی نکیر نہیں لیکن میت پر کثرت سے رونے ونوحہ خوانی کی قطعا اجازت نہیں ہے، اس وقت صبر سے کام لیں اور اللہ کی طرف رجوع ہوں، صبر کا موقع حادثہ کے شروع ہی میں ہے، یہ نہیں کہ شروع میں خوب رو پیٹ لیا جائے اور پھر آخر میں مجبوری کا صبر کیا جائے، اللہ فرماتے ہیں کہ اچھے مسلمان وہ ہیں کہ جب ان کو کوئی مصیبت پیش آئے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے لئے ہیں، اور اسی کی طرف لوٹ جائیں گے، قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون، اسی لئے مسلمانوں میں دستور رہے کہ جب غم کی کوئی خبر سنتے ہیں تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہیں اور یہ دستور مستحسن ہے، علامہ سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ تقدیر کا عقیدہ غم کا چارہ کار ہے جو کچھ ہوا خدا کے حکم اور مصلحت سے ہوا یہ اسلام کی حکیمانہ تعلیم ہے اور اس تعلیم کا فائدہ بھی قرآن نے بتا دیا ہے کہ **لکیلا تاسوا علی مافاتکم** تا کہ تمہارے ہاتھ سے جو جاتا رہے اس پر غم نہ کرو، یہی ہے مومنانہ شان جس کی یہی تعلیم دی گئی ہے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

مسجد کی موقوفہ زمین فروخت کرنا

ایک آدمی نے اپنی دس کٹھا کاشت کی زمین مسجد میں وقف کی کہ اس کی آمدنی مسجد کی ضرویات میں خرچ ہوگی، چنانچہ اس میں کھیتی ہوتی رہی اور آمدنی مسجد میں جاتی رہی، ادھر مسجد کی ازسرنو تعمیر کا مسئلہ آیا تو متولی مسجد نے اس وقف شدہ زمین کو فروخت کر دی اور رقم تعمیر مسجد میں لگا دی، سوال یہ ہے کہ متولی کا یہ عمل شرعاً درست ہوا یا نہیں؟ اب کیا کرنا ہوگا؟

الجـــــواب و باللّٰہ التـــــوفيق

وقف میں واقف کے منشاء کی رعایت لازم وضروری ہے،" مراعاة غرض الواقفين واجبة "(الدر المختار:۶/۶۶۵) لہٰذا صورت مسئولہ میں جب واقف نے یہ صراحت کر دی کہ اس کھیت کی آمدنی مسجد کی ضروریات پر صرف ہوگی، تو ایسی صورت میں کھیت کو باقی رکھتے ہوئے اس کی آمدنی مسجد کی ضروریات میں صرف کرنا لازم ہوگا۔ متولی مسجد کا اس کو بیچنا اور مسجد کی آمدنی کی صورت کو ختم کرنا شرعاً صحیح نہیں ہوا، یہ بیع باطل ہوئی، متولی کی ذمہ داری ہے کہ بیع کو توڑ کر خریدار کی رقم واپس کرے اور اس سے مسجد کی زمین حاصل کرے۔

" بيع عقار المسجد لمصلحة المسجد لا يجوز و إن كان بأمر القاضى "(البحر الرائق كتاب الوقف: ۵/۳۴۵)

و لا يملك أى لا يقبل التمليك لغيره بالبيع و نحوه(رد المحتار:۶/۵۳۹؛ كتاب الوقف)

قال فى القنية فالبيع باطل و لو قضى القاضى بصحته۔(رد المحتار:۶/۵۹۸)

مسجد کے قرض کی ادائیگی کے لیے وقف کی زمین بیچنا

تعمیر مسجد میں دکانداروں کے بہت زیادہ بقایہ رقوم ہیں، جن کا مطالبہ بار بار ہو رہا ہے، مسجد میں تقریباً ۱۵ر کٹھا زمین ہے، اس میں سے اگر پانچ کٹھا زمین فروخت کر دی جائے، تو سارے قرض ادا ہو جائیں گے، تو کیا مسجد کے قرض کی ادائیگی کے لیے مسجد کی موقوفہ زمین فروخت کی جا سکتی ہے؟

الجـــــواب و باللّٰہ التـــــوفيق

چندہ کی رقم سے قرض کی ادائیگی کی جائے، مسجد کی موقوفہ زمین فروخت کرنا شرعاً صحیح نہیں ہے، اس سے احتراز لازم وضروری ہے، کیوں کہ یہ منشاء واقف کے خلاف ہے، جب کہ منشاء واقف کی رعایت لازم وضروری ہے۔ مراعاة غرض الواقفين واجبة (الدر المختار:۶/۶۶۵)

" بيع عقار المسجد لمصلحة المسجد لا يجوز و إن كان بأمر القاضى "(البحر الرائق كتاب الوقف: ۵/۳۴۵)

واقف کا مکان وقف کرنے کے بعد اس کی قیمت مسجد میں دینا

ایک آدمی نے اپنا ایک مکان مسجد میں وقف کیا، لیکن شرط یہ لگائی کہ جب تک میں زندہ رہوں گا، اس مکان میں رہوں گا، میرے مرنے کے بعد مکان مسجد کا ہوگا، کچھ دنوں بعد لڑکوں نے دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ مکان مسجد میں نہیں دینے دیں گے، ہم لوگ اس میں رہیں گے، ہم لوگ اس کی قیمت دیتے ہیں، وہ مسجد میں دے دیجئے، سوال یہ ہے کہ یہ وقف ہوا یا نہیں اور اگر وقف ہو گیا، تو مکان رکھ کر اس کی قیمت مسجد میں دینا صحیح ہے؟

الجـــــواب و باللّٰہ التـــــوفيق

صورت مسئولہ میں جب شخص مذکور (واقف) نے اپنا مکان مسجد کے لیے وقف کر دیا تو مکان مسجد کے لیے وقف ہو گیا اور واقف کے ملک سے نکل کر حکماً اللہ کی ملک میں چلا گیا، اب وہ اس مکان کو رکھ کر اس کی قیمت مسجد میں نہیں دے سکتا، البتہ شرط کے مطابق تا حیات اس میں رہائش کا اختیار حاصل ہے، مرنے کے بعد وہ مکان مسجد کے نفع کے لیے استعمال ہوگا۔

وهو حبسهما على حكم ملك الله تعالىٰ و صرف منفعتها على من أحب .... فلا يجوز له أبطاله و لا يورث عنه وعليه الفتوىٰ ۔(الدرالمختار على صدر رد المحتار:۶/۵۲۱)

وقف کے منافع کی تقسیم ہوگی

ایک صاحب نے ایک بیگھا پر مشتمل ایک باغ اپنی اولاد اور مسجد کے لیے اس طرح وقف کیا کہ باغ کی آمدنی کا چوتھائی حصہ باغ کے رکھ رکھاؤ پر خرچ ہوگا اور باقی تین حصے مسجد اور اولاد ذکور واناث کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوں گے، نصف میں سے اولاد ذکور واناث سب برابر برابر تقسیم کر لیں گے اور نصف مسجد کی ضروریات پر صرف ہوں گے، واقف کے انتقال کے بعد واقف کے ورثاء کی خواہش ہے کہ باغ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے، ایک حصہ مسجد کے لیے الگ کر دیا جائے اور ایک حصہ ہم لوگوں کے تصرف واختیار میں رہے، کیا ایسا کیا جا سکتا ہے؟

الجـــــواب و باللّٰہ التـــــوفيق

صورت مسئولہ میں مذکورہ باغ مسجد اور اولاد کے دونوں کے لیے مشترکہ وقف ہے اور واقف نے باغ کے منافع کی تقسیم کی صراحت کر دی ہے، لہٰذا واقف کے منشاء اور اس کی تصریح کے مطابق منافع کی تقسیم ہوگی، باغ کی تقسیم شرعاً درست نہیں ہے، اس سے احتراز لازم وضروری ہے۔

شرط الواقف كنص الشارع أى فى المفهوم والدلالة ووجوب العمل به(الدر المختار :۶/۶۴۹)

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 59/69 شمارہ نمبر 36 مورخہ ۲۳ رمحرم الحرام ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۳ رستمبر ۲۰۱۹ء روز سوموار

مرکزی حکومت کے سودن

وزیر اعظم نریندر مودی اوران کے رفقاء مرکزی حکومت کے سودن پورے ہونے پر اپنی کارکردگی کا جائزہ لے کر بتارہے ہیں کہ ستر سالوں میں وہ کام نہیں ہوا جوان سودنوں میں ہوا ہے، واقعہ یہی ہے کہ ستر سالوں میں جموں کشمیر تقسیم نہیں ہوا تھا، دفعہ ۳۷۰ اور ۳۵ اے کے تحت کشمیر کا نظام چلتا تھا، شمال مشرقی ریاستوں کی طرح کچھ خصوصی اختیارات کشمیر کے پاس تھے، اب اسے ختم کردیا گیا ہے اور اسے ختم کرنے میں مہاراجہ کشمیر سے الحاق کے وقت کے معاہدہ کی ان دیکھی کی گئی ہے اور اس کا پاس نہیں رکھا گیا ہے۔

یواے پی اے قانون میں ترمیم کر کے دہشت گردی کے خلاف مضبوط قدم اٹھانے کی ضرورت بتائی گئی ہے، یہ اچھی بات ہے، لیکن دہشت گردی کی تعریف ہی اب تک واضح نہیں ہے، پولیس کسی کو بھی اٹھا لیتی ہے، تحقیق کے نام پر اسے برسوں جیلوں میں سڑا دیتی ہے اور جب آدمی زندگی کی ساری توانائی کھو دیتا ہے تو عدالت اسے باعزت بری کردیتی ہے، مجرموں کو واقعتاً سخت سزا دینی چاہیے، مگر بے قصور کا جینا دوبھر نہ ہو اس کا بھی انتظام ہونا چاہیے، جس کے لیے اس ترمیم میں کوئی بات نہیں کہی گئی ہے۔

حق اطلاعات میں ترمیم کر کے اسے اس قابل بنا دیا گیا ہے کہ اس کا کوئی فائدہ باقی نہ رہے، بلکہ بعض صورتوں میں اطلاعات نہ دینا بھی افسران کے لیے قابل مواخذہ جرم نہیں رہ گیا ہے۔

اسلامی احکام کے خلاف تین طلاق بل پاس کرا کر حکومت عورتوں کی خودمختاری اور آزادی کی طرف اسے بڑھتا قدم بتارہی ہے، اس قانون سے خاندان ٹوٹنے، بکھرنے اور انتشار کا جو دروازہ کھلا ہے اس کا اندازہ ہمیں پہلے سے ہے، وہ دن دور نہیں جب دوسرے لوگوں کو بھی اس کا ادراک واحساس ہو جائے گا، یہ دستور مخالف قدم ہے، جو ظاہر ہے پچھلے ستر سالوں میں نہیں اٹھایا گیا تھا۔

یکم ستمبر ۲۰۱۹ء سے حکومت نے نیا ٹریفک قانون نافذ کیا، جس میں جرمانے کی رقم دس گنا بڑھا دی گئی اور کئی لوگوں نے اس جرمانہ کے نتیجے میں اپنی گاڑی میں آگ لگا دی، گاڑی کی قیمت کم اور جرمانے کی رقم زیادہ ہو گئی تھی، اس قانون کے نفاذ سے ملک کی مختلف ریاستوں کی حکومتیں بھی ناراض ہیں اور انہوں نے اپنے یہاں اس کو نافذ کرنے سے صاف انکار کردیا ہے، اس سے ملک کا وفاقی ڈھانچہ بھی کمزور ہوگا کیوں کہ مرکز سے نافذ قانون کو نہ ماننا اچھی بات نہیں ہے۔ کیونکہ اس طرح کے اور بھی کئی قانون ہیں، جن کے پاس کرنے سے ملک کے باشندوں میں بے چینی بڑھی ہے اور یہ بات صحیح ہے کہ گذشتہ ستر سالوں میں ایسے حالات کبھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔

ملک کو معاشی کساد بازاری کا سامنا ہے، بیروزگاری بڑھ رہی ہے، ترقی کی شرح میں کافی کمی آئی ہے، ملک کو ان حالات کا سامنا پہلے کبھی اس طرح نہیں کرنا پڑا تھا، وزیر اعظم نے اسے ٹریلر قرار دیا ہے، پوری فلم تو ابھی باقی ہے، جسے پانچ سال میں مکمل ہونا ہے، شاید مکمل ہوتے ہوئے اور سارے رکارڈ بنا لیے جائیں اور موازنہ ستر سال سے بھی پہلے سے کیا جانے لگے۔

اہلیت کی کمی

ملک میں ملازمتوں کی کمی نہیں ہے، ہمارے شمالی ہندوستان میں اہل لوگوں کی کمی ہے، یہاں ملازمت کے لیے بھرتی کرنے والے افسران بتاتے ہیں کہ جس عہدے کے لیے لوگ چاہیے ان میں اہلیت نہیں ہے۔

سنتوش گنگوار مرکزی حکومت میں وزیر باتمکین ہیں، انہوں نے اپنے ایک بیان میں ان خیالات کا اظہار کیا ہے، وہ اپنی حکومت کی معاشی حصولیابی کا ذکر کر رہے تھے، جب ان سے گذشتہ چند ماہ میں لاکھوں نوجوانوں کے بے روزگار ہونے کی بات کہی گئی تو وہ اپنے اندر کے تعصب کو چھپا نہیں سکے، انہوں نے شمالی اور جنوبی ہند کے دہرے معیار کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات کہدی کہ شمالی ہندوستان کے لوگوں میں اہلیت کی کمی ہے؛ اس لیے وہاں بے روزگاری ہے، عہدے کے لیے اہل لوگ ملتے ہی نہیں، یہ ویسا ہی بیان ہے جیسا ہمارے وزیر خزانہ سوشیل کمار مودی نے کچھ دن پہلے دیا تھا کہ ساون بھادو میں تو ہر سال مندی آتی ہی ہے، یہ کون سی نئی بات ہے، مرکزی وزیر مالیات نرملا سیتا رمن بھی کساد بازاری کا انکار کرتی رہی ہیں، ان سب کا حال شتر مرغ کی طرح ہے، جو بالو میں سر چھپا کر سمجھتا ہے کہ ہمیں کوئی نہیں دیکھ رہا ہے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ملک میں بیروزگاری بڑھی ہے، روپے کی قدر کم ہوئی ہے اور جو لوگ کمپنیوں میں کام میں لگے ہوئے تھے ان میں سے بہتوں کی چھٹی ہو گئی ہے، جس سے وہ بیروزگار ہو گیے ہیں، باخبر ذرائع بتاتے ہیں کہ کساد بازاری کے سبب تنہا پارلے کمپنی نے دس ہزار سے زائد لوگوں کو کمپنی سے باہر کا راستہ دکھا دیا ہے، حکومت بینکوں کا انضمام کر کے اس کساد بازاری کو دور کرنا چاہتی ہے، جس سے بینکوں کے کارکنان کا حوصلہ ٹوٹا ہے اور ان کے اندر بھی بے روزگاری کا خوف پیدا ہو گیا ہے۔

ایسے میں سنتوش گنگوار کا بیان جلے پر نمک چھڑکنے جیسا اور قابل مذمت ہے، یہ ہمارے باصلاحیت نوجوانوں کی توہین ہے، اگر کوئی کمی ہے تو ملازمت کے مواقع کی ہے، شمالی ہند کے لوگوں کی صلاحیت کسی سے کم نہیں ہے، لیکن جو لوگ اعلیٰ عہدوں پر بیٹھے ہوئے ہیں، وہ تعصب کے شکار ہیں، اور شمالی ہند کے لوگوں کے ساتھ تفریق کرتے ہیں، جس کی وجہ سے یہاں ان کو اہلیت کی کمی نظر آتی ہے، قصور چشمے کا ہے، صلاحیت کا نہیں، اتر پردیش کی سابق وزیر اعلیٰ مایاوتی نے اس پر ٹویٹ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ بہت شرمناک ہے اس کے لیے گینگ وار کو عوام سے معافی مانگنی چاہیے۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس علاقے میں بے صلاحیت لوگ نہیں ہیں، یقیناً ہیں، لیکن جس انداز میں سارے لوگوں کی صلاحیت کی سنتوش گنگوار نے نفی کی ہے ویسا کچھ نہیں ہے، سنتوش گنگوار کے نام کا جز گنگوار ہے تو کیا وہ شمال وجنوب کی بحث چھیڑ کر ملک کو الگ الگ حصوں میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں، اور گنگ وار میں دھکیلنا چاہتے ہیں، یہ قدم ہر اعتبار سے ملک کی سلامیت کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے، مرکزی وزیر جتنی جلدی اس حقیقت کو سمجھ لیں ان کے لیے اتنا ہی اچھا ہوگا۔

۳۷۱ محفوظ

ہندوستان کے وفاقی ڈھانچہ کو مضبوط، مستحکم اور پائیدار رکھنے کے لیے دستور میں ۳۷۰ اور ۳۷۱ کے تحت کئی شقوں میں ریاستوں کے خصوصی اختیارات اور دوسرے صوبوں سے اس کے امتیازات کو بیان کیا گیا ہے، ۳۷۰ کا تعلق کشمیر سے تھا، جس کی وجہ سے جموں کشمیر کو خصوصی مراعات حاصل تھیں، اور ہندوستان سے الحاق کے وقت جو معاہدہ ہوا تھا، اس معاہدہ کی وجہ سے دستور میں اس دفعہ کا اضافہ کیا گیا تھا، جیسا کہ معلوم ہے اب یہ دفعہ منسوخ کر دیا گیا ہے، اور جموں کشمیر کی تقسیم کر کے لداخ کو اس سے الگ کر دیا گیا اور جموں کشمیر مرکزی حکومت کے زیر نگیں آ گیا ہے، جیسے دہلی، پانڈیچیری وغیرہ۔

کشمیر کے علاوہ دیگر ریاستوں کو جو مراعات دی گئی ہیں ان کا اندراج ۳۷۱ کے تحت کیا گیا ہے، اس میں شمال مشرقی ریاستیں، ناگالینڈ، میزورم وغیرہ کے ساتھ سکم اور کرناٹک وغیرہ بھی شامل ہے، ناگا باغیوں کی آزادی کے لیے مستقل تشدد آمیز تحریک چلتی رہی ہے، اسے دبانے کے لیے مرکزی حکومت نے ان سے معاہدہ کیا، تب جا کر امن قائم ہوا، کشمیر کے واقعہ کے بعد ان ریاستوں میں پھر سے تحریک شروع ہونے والی تھی، بلکہ ناگاؤں نے تو الگ جھنڈے کی مانگ بھی کر دی تھی، اس صورت حال کو بھانپ کر وزیر داخلہ امیت شاہ نے اعلان کیا ہے کہ دفعہ ۳۷۱ سے چھیڑ چھاڑ نہیں کی جائے گی، کیوں کہ یہ ریاست کی ترقی اور وہاں کے باشندوں کی سہولیات کے لیے مستقل انتظام ہے، جب کہ دفعہ ۳۷۰ عارضی انتظام تھا، ظاہر ہے جو دفعات مستقل ہیں، اس میں چھیڑ چھاڑ نہیں کی جا سکتی، بعض لوگوں کی رائے ہے کہ ایک جملے میں لکھے دو لفظ کو الگ الگ صوبوں پر منطبق کرنا یہ بتاتا ہے کہ وزیر داخلہ نے قانون کا مطالعہ صحیح سے نہیں کیا۔

افغان امن معاہدہ

امریکہ، افغانی حکومت اور طالبان کے درمیان سہ فریقی مذاکرات کا سلسلہ ڈونالڈ ٹرمپ نے یک لخت ختم کر دیا ہے، یہ حکم انہوں نے ایسے وقت دیا ہے جب مذاکرات آخری مرحلہ میں تھا، اور ایک دو دن میں معاہدہ پر دستخط کر کے ہر فریق کے پر امن رہنے کے طریقہ کار کو آخری شکل دے کر اس کا اعلان ہونا تھا، کہتے ہیں کہ طالبان کے لوگ پاکستان اور افغانستان دونوں میں اس معاہدے کے ہو جانے پر جشن منانے کی تیاری کر رہے تھے کہ ڈونالڈ ٹرمپ نے ایک فرمان کے ذریعہ برسوں کی محنت پر پانی پھیر دیا، اور سب کچھ پہلے جیسا ہو گیا۔

دراصل سمجھوتے کی بنیادیں جو تھیں اس کو افغان حکومت اپنے خلاف سمجھتی تھی، امریکی افواج کی واپسی کے بعد اشرف غنی کی حکومت کے تحفظ کا مسئلہ تھا، امریکہ بھی افغانستان میں اپنی فوج کی تعیناتی کے باوجود کچھ حاصل نہیں کر سکا جو امریکیوں کے لیے عار وشرم کی بات تھی، گویا کہ دونوں فریق امریکہ اور افغان حکومت بادل ناخواستہ مذاکرے کی میز پر آئے تھے، اور جب انہوں نے یہ محسوس کیا کہ معاہدہ ہمارے مفاد میں نہیں ہے تو اس سے اپنا دامن جھاڑ لیا، لیکن یہ بات بھی صحیح ہے کہ دامن جھاڑنے کا موقع طالبان کے لوگوں نے دیا، عین وقت پر حملہ کر کے امریکی فوج کو مار گرایا اور اونگھتے کو ٹھیلنے کا بہانہ ہاتھ لگ گیا اور بات ختم ہو گئی۔

خطرات کے منڈلاتے بادل

کشمیر مسئلہ پر ہندوستان پاکستان جنگی تیاریاں کر رہے ہیں، سرحد پر فوجوں کی تعیناتی کی جارہی ہے، اور ہر دو طرف سے لفظی جنگ جاری ہے، پاکستان کے وزیر اعظم بنیادی طور پر کھلاڑی ہیں اور سیاسی آدمی نہیں ہیں، اس لیے ان کے بیانات میں ابہام نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی، ابھی کچھ دن قبل انہوں نے اعتراف کیا کہ امریکہ کے سی آئی کے کہنے کی وجہ سے پاکستان نے طالبان کو تربیت دی، اب ایک دوسرا بیان آیا کہ بھارت سے جنگ ہوئی تو پاکستان ہار جائے گا۔

یقیناً ہار جائے گا، ہندی کے ایک مزاحیہ کوی کا کہنا ہے کہ جتنی پاکستانیوں کی آبادی ہے، اتنے تو ہمارے یہاں تھری جی کے سہارے نیٹ پر لگے رہتے ہیں، کشمیر کا معاملہ ہندوستان کا اندرونی معاملہ ہے اس کے جواز عدم جواز اور قانونی، غیر قانونی پر بحث ہو سکتی ہے، لیکن کسی بھی دوسرے ملک کو اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ ہندوستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرے، اس کو کوئی ہندوستانی شہری برداشت نہیں کر سکتا، اس لیے جنگ کا ماحول نہیں بنانا چاہیے، امن کی میز پر آؤ، گفت وشنید کرو کہ یہی مسئلہ کا حل ہے، جنگ تو خود ہی ایک مسئلہ ہے، جنگ کیا مسئلوں کا حل دے گی، عمران خان بار بار یہ دھمکی دے رہے ہیں کہ دونوں ملک ٹکرائیں گے تو نیوکلیائی جنگ چھڑے گی اور اس کا خمیازہ پوری دنیا کو بھگتنا پڑے گا، بات صحیح ہے، خطرات کے بادل منڈلا رہے ہیں، ضرورت ہے کہ دونوں ملک حالات کی سنگینی کو سمجھیں اور کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جس سے انسانیت کو خطرہ لاحق ہو، یہ دونوں ملکوں کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

یادوں کے چراغ

حضرت مولانا جمال احمد صاحب میرٹھیؒ

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

دارالعلوم دیوبند کے مؤقر استاذ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے ممتاز شاگرد، شارح جلالین، ہدایہ، حسامی اور مقامات حریری حضرت مولانا جمال احمد صاحب میرٹھی کا طویل علالت کے بعد ۱۷ر محرم الحرام ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۷ر اگست ۲۰۱۹ء بروز منگل سہ پہر چار بجے ان کے آبائی مکان میرٹھ میں انتقال ہوگیا، ۱۸ر محرم کو جنازہ کی ایک نماز میرٹھ میں، دوسری دارالعلوم دیوبند کے احاطہ مولسری میں ساڑھے گیارہ بجے ہوئی اور تدفین مزار قاسمی میں عمل میں آئی، میرٹھ میں نماز جنازہ قاری شفیق احمد میرٹھی اور دیوبند میں جنازہ کی نماز مہتمم دارالعلوم مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی دامت برکاتہم نے پڑھائی، پس ماندگان میں پانچ بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں ۔

مولانا جمال احمد صاحب بن حکیم شیخ سعدی بلند شہر کے ایک گاؤں میں ۱۹۳۶ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم کورانہ ضلع بلند شہر اور مفتاح العلوم جلال آباد میں حاصل کیا، عربی پنجم میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے، ۱۹۵۶ء میں شیخ الاسلام حضرت مدنی سے بخاری شریف کا درس لیا، صحاح ستہ کی دیگر کتابیں اس وقت کے نامور اساتذہ علامہ بلیاوی وغیرہ سے پڑھیں اور سند فراغت حاصل کیا، آپ کی تدریسی صلاحیت کا چرچا عام ہوا تو انقلاب کے بعد ۱۹۸۶ء میں دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت استاذ آپ کی تقرری وسطی (ب) میں عمل میں آئی، یہ وہ دور تھا جب دارالعلوم کے قدیم اساتذہ کی بڑی تعداد کے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے ساتھ چلے جانے کی وجہ سے جگہیں خالی ہوگئی تھیں اور ملک کے دیگر تعلیمی اداروں سے نامور اساتذہ کو تدریس کے لیے بلایا جارہا تھا، حضرت مولانا جمال احمد صاحب کا تقرر بھی اسی پس منظر میں ہوا۔

مولانا مرحوم نے دیگر کتابوں کے علاوہ طویل مدت تک جلالین کا درس دیا، پہلے اس کا ترجمہ قرۃ العینین کے نام سے شائع کیا، اس کے بعد چھ جلدوں میں جلالین کی شرح جمالین کے نام سے اپنے مکتبہ جمال سے شائع کیا، یہ شرح انتہائی مقبول ہوئی، اور اسی مقبولیت اور تدریسی مہارت کی وجہ سے انہیں علامہ جمال کے نام سے یاد کیا جانے لگا، ہمارے وقت میں مولانا محمد حسین بہاریؒ کو علامہ بہاری اور حضرت مولانا قمرالدین صاحب دامت برکاتہم کو علامہ بغوی کہا جاتا تھا، مولانا جمال احمد صاحب میرے وقت میں دارالعلوم نہیں آئے تھے اس لیے بعد کے دور میں علامہ قمرالدین صاحب مدظلہ کے ساتھ علامہ جمال احمد بھی متعارف ہوئے، اس وقت میں حضرت مدنی علیہ الرحمہ کے چار شاگرد دارالعلوم میں ہوا کرتے تھے، ایک حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی، دوسرے حضرت مولانا قمرالدین، تیسرے حضرت مولانا بلال اصغر اور چوتھے خود مولانا مرحوم، مولانا کے رخصت ہونے کے بعد دارالعلوم میں اب تین شاگرد بچ گیے ہیں، اللہ ان تمام کا سایہ صحت وعافیت کے ساتھ دراز فرمائے۔

مولانا کی جو صفات زبان زد خلائق ہیں، ان میں ان کی تواضع، خاکساری، سادگی اور نرمی کے سبھی قائل ہیں، تکلفات اور تصنعات کا ان کے یہاں گذر نہیں تھا، ڈھیلا ڈھالا اور کم قیمت کے کپڑے سے تیار کرتا اور پائجامہ زیب تن کرتے، ہر موسم میں جوتا پولس کے انداز کا ٹخنوں سے اوپر تک پہنتے، درس میں آپ کا معمول مشکل الفاظ کی صرفی تحقیق پیش کرنے کا تھا، مقامات وغیرہ میں تو لازما بتاتے، آپ نے کسی فعل کو کسی باب سے بتایا، کوئی طالب علم کہتا کہ حضرت یہ فلاں باب سے ہے تو خفا نہیں ہوتے، مان لیتے، کہتے: اس باب سے بھی آسکتا ہے، حالاں کہ طلبہ ان کی سادگی کا لطف لینے کے لیے کہتے، لیکن مولانا بات کو آگے نہیں بڑھنے دیتے، مان کر بات ختم کردیتے اس سے سبق نہیں رکتا اور درس مکمل ہو جاتا۔

مولانا مرحوم کے مزاج میں ظرافت تھی، طلبہ سے اس طرح کھل مل کر رہتے کہ ان کے ذہن میں معقول اور غیر معقول جس قسم کا بھی سوال آتا، کرگزرتے، مولانا غیر معقول سوالوں کو مزاح میں اڑا دیتے اور معقول سوالوں کا علمی، تحقیقی اور مسکت جواب دیا کرتے تھے، ایک بار کسی نے سوال کیا کہ حضرت جلالین تو علامہ جلال الدین سیوطی اور جلال الدین محلی کی تصنیف ہے اس لیے اس کا نام جلالین ہے، لیکن جمالین تو تنہا آپ کی تصنیف ہے اس لیے اس کا جمالین، تثنیہ نام رکھنا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے، حضرت مولانا نے ہنستے ہوئے فرمایا، جمال ظاہری اور جمال باطنی دونوں اس کتاب میں مراد ہے، اس لیے جمالین نام رکھا ہے، اس برجستہ جواب پر طلباء لاجواب ہوگیے، اور خوب محظوظ ہوئے۔

مولانا کے درس کی ایک بڑی خوبی نکتہ بعد الوقوع سے متعلق گفتگو ہوتی، بعض الفاظ کی تشریح اس طرح کرتے اور اتنی تحقیق کے ساتھ کرتے کہ طبیعت مچل جاتی، ایسے ہی موقع سے مولانا کے وسعت مطالعہ، گہرائی اور گیرائی کا اندازہ ہوتا، وہ اپنی ذاتی زندگی میں انتہائی بے ضرر انسان تھے، کم گو، کم آمیز اور اپنے کام سے کام رکھنے والے انسان کی جو تعریف کی جاتی ہے مولانا پر پوری طرح صادق آتی تھی۔

مولانا کو اللہ تعالیٰ نے ساحرانہ خطابت سے تو نہیں نوازا تھا، لیکن وہ اپنی بات دھیرے دھیرے اور ٹھہر ٹھہر کر بیان کرتے تھے، اس سے بات ذہن نشیں ہوجاتی تھی، وہ کرسی توڑ اور فصاحت وبلاغت کے دریا بہانے والے مقرر نہیں تھے، لیکن ایسا بھی نہیں تھا کہ بولنے پر آئیں تو گلا کھگھیانے لگے۔ خطابت سے زیادہ اللہ تعالیٰ نے انہیں لکھنے میں مہارت دی تھی، علمی بحثوں کو سیدھے سادے جملوں میں تحریری طور پر سمجھانے کا فن آتا تھا، اسی لیے ان کی جلالین کی شرح بہت مقبول ہوئی، حالاں کہ دیوبند کے کتب خانوں میں جلالین کی کئی شروحات پہلے سے موجود تھیں، آپ نے ہدایہ، حسامی اور مقامات کی شرح بھی لکھی، یہ شروحات گو جلالین کی شرح کی طرح مقبول نہیں ہوئیں، لیکن مارکیٹ میں پڑی رہیں، ایسا بھی نہیں ہوا، طلبہ اساتذہ کے درمیان ان شروحات کی بھی قدر رہی اور اہل علم نے ان شروحات سے بھی علم وآگہی پائی۔ (بقیہ صفحہ ۱۰ پر)

کتابوں کی دنیا

تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ھیں

غبارِ دل

: ایڈیٹر کے قلم سے

غبارِ دل ’’ہفتہ وار مسرت‘‘ کے سات سالہ اداریوں کا مجموعہ ہے، یہ رسالہ محترم جناب ضیاء الرحمٰن غوثی سابق ڈپٹی ڈائرکٹر برائے اطلاعات ونشریات حکومت دہلی کی ادارت میں ۳۰ر جون ۲۰۰۷ء سے ۲۰۱۴ء تک پابندی سے نکلتا رہا تھا، یہ اداریے اسی درمیان لکھے گیے اور مقبول ہوئے، مسرت اس کے بعد بھی کچھ دنوں تک مشہور صحافی عابد انور کی نگرانی اور سید محفوظ الرحمٰن کی ادارت میں شائع ہوتا رہا، اور پھر تاریخ کا حصہ بن گیا۔

یہ دور ’’مسرت‘‘ کا دور ثانی تھا، اس سے قبل وہ بچوں کے لیے پٹنہ سے نکلا کرتا تھا، یہ دور صرف چار سال محیط ہے، ۱۹۶۶ تا ۱۹۶۹ء، اس دور کے بڑے اہل قلم کا تعاون اس رسالہ کو حاصل تھا، قابل ذکر یہ بھی ہے کہ ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ یافتہ ڈاکٹر عبدالصمد، مشہور ناول نگار شوکت حیات، بہار اردو اکیڈمی کے سابق سکریٹری جناب مشتاق احمد نوری، سرتاج بانو شبنم اور رفیعہ شبنم عابدی کی پہلی تخلیقات اسی رسالہ میں شائع ہوئیں، کہنا چاہیے کہ اس رسالہ نے کئی تخلیق کار کی حوصلہ افزائی کرکے میدان عمل میں آگے بڑھنے کا موقع فراہم کیا، ایسا مردم ساز اور علمی وادبی دنیا کو رجال کار فراہم کرنے والا بچوں کا یہ رسالہ اب بہار کی صحافتی خدمات کے یادگار کے طور پر مضامین ومقالات میں موجود رہ گیا ہے، البتہ اسی رسالہ سے بچوں کے لیے لکھے کیے گیے نظم ’’مسرت کے ترانے‘‘ نامی کتاب میں جمع کرکے جناب ضیاء الرحمٰن غوثی نے اس کی بقا کا سامان کردیا ہے۔

ضیاء الرحمٰن غوثی کا اصل وطن سمستی پور ضلع واقع محمد پور غوث (بھیروپٹی، دلسنگھ سرائے) ہے، نانی ہال جڑھوا حاجی پور ہے، ان کے نانا رمز حاجی پوری کا شمار شمالی بہار کے نامور شاعروں میں ہوتا تھا، یہ خاندان جڑھوا ماموں بھانجہ مزار کے سجادگانوں میں رہا ہے، والد سید مطیع الرحمٰن غوثی مرحوم کا بھی علم وادب سے بڑا گہرا رشتہ تھا، ایک زمانہ میں وہ دربھنگہ سے ماہنامہ ’’حسن وشباب‘‘ نکالا کرتے تھے اور اس کے مدیر محترم تھے، اس طرح علم وادب شاعری وصحافت ان کو ورثہ میں ملی اور انہوں نے اپنی خداداد صلاحیت سے اس ورثہ کو آگے بڑھایا اور اردو زبان وادب کی خدمت کے لیے اپنے کو وقف کردیا، اور آج بھی جب وہ عمر کی آٹھویں دہائی کو عبور کررہے ہیں، ادب وصحافت کے حوالہ سے انتہائی جوان اور توانا نظر آتے ہیں، دہلی میں مقیم ہیں، تہذیب انٹر پرائزز کے ذمہ دار ہیں اور علم وادب کی آبیاری کررہے ہیں، ماہنامہ ’’آج کل‘‘ کے سابق مدیر جناب شہباز حسین بھی اس ٹیم میں شامل ہیں، غوثی کی عمر ڈھل رہی ہے، لیکن چہرے کی شادابی اور ’’الف‘‘ کی طرح ان کا کھڑا جسم ڈھلتی عمر کی منزل کا پتہ آج بھی نہیں دیتا۔

میں نے اپنی تالیف ’’تذکرہ مسلم مشاہیر ویشالی‘‘ میں رمز حاجی پوری کے ذکر میں لکھ دیا تھا کہ ’’ایک نواسہ ضیاء الرحمٰن غوثی تھے، خدا معلوم وہ بھی زندہ ہیں یا آخرت سدھارے‘‘ کتاب ان تک دہلی پہونچ گئی، ایک دن دفتر امارت شرعیہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ لمبے ترنگے ایک صاحب آکر تپاک سے ملے، میں نے حسب معمول گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا، بیٹھایا، کہنے لگے میں ضیاء الرحمٰن غوثی ہوں، برسوں پہلے کتاب شائع ہوئی تھی، میرا ذہن منتقل نہیں ہوا، کہنے لگے میں زندہ ہوں یہ بتانے کے لیے آیا ہوں، پھر حاجی پور کی علمی وادبی تاریخ کے اوراق انہوں نے الٹنے شروع کیے تو مزہ آگیا، میں نے محسوس کیا کہ غوثی صاحب کا مطالعہ وسیع ہے اور ان میں گہرائی اور گیرائی بھی ہے۔

گہرائی اور گیرائی کے ساتھ مطالعہ وسیع ہو تو قلم کار کا قلم تیزی سے چلتا ہے، باتیں مرتب ہوتی ہیں، مؤثر ہوتی ہیں، جو دل ودماغ کو مہمیز کرتی ہیں، اداریہ میں اس کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے، اس لیے کہ اداریہ مختصر ہوتا ہے اور مختلف موضوعات پر ہوتا ہے، چند جملوں میں اپنی بات پوری طور پر کہہ ڈالنا اداریہ نویسی کا کمال ہے، اداریہ میں کسی بھی خبر مسئلے، واقعات، اسکنڈل، گھپلے، بدعنوانی، حکومت کے غلط فیصلے پر بحث ہوتی ہے، اداریہ نویس اپنی رائے پیشہ وارانہ طریقے پر رکھتا ہے، مختلف حقائق کو سامنے لاکر یا تو وہ اس کی تعریف کرتا ہے، یا اسے رد کردیتا ہے، اس کا کام ذاتیات پر حملے کا نہیں، اس لئے وہ جملہ بازی سے باز رہتا ہے، جب کہ مضمون اور مقالہ نگاروں پر ایسی کوئی پابندی نہیں ہوتی، مقالہ نگار کئی دفعہ موضوع کے اعتبار سے پٹری سے اتر بھی جاتا ہے اور پھر متبادل شاہ راہ پر بعد میں پہونچ جاتا ہے، اداریہ لکھنے والوں کو یہ موقع نہیں ملتا، اسے جچے تُلے لفظوں میں اپنی بات قاری کے سامنے انتہائی سنجیدگی سے رکھ دینی ہوتی ہے، اس کے لیے لطیفہ سنانے کا کوئی موقعہ نہیں ہے، کیوں کہ وہ اپنے اخبار کے قارئین کے لیے استاذ، گائڈ اور نگراں ہوتا ہے اور ان کی ذہن سازی کے فرائض انجام دیتا ہے، یہ عموماً ایک صفحہ یا اس سے کم کی تحریر ہوتی ہے، جس میں ایڈیٹر اپنی رائے رکھتا ہے، اداریہ کے صفحہ پر عموما اس کا نام نہیں ہوتا، لیکن سب جانتے ہیں کہ اسے ایڈیٹر یا ایڈیٹوریل بورڈ کے کسی رکن نے لکھا ہوگا۔

’’غبارِ دل‘‘ میں ہفتہ وار مسرت دہلی کے جو اداریے شامل ہیں، ان کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محترم جناب ضیاء الرحمٰن غوثی فن اداریہ نگاری سے پورے طور پر واقف ہیں اور اپنی تحریروں میں اسے پوری طرح برتتے ہیں، انہیں موضوعات کے انتخاب کا سلیقہ ہے، اور جس موضوع کو وہ اداریہ کا موضوع بناتے ہیں، اس کے مالہ وماعلیہ پر ان کی بصیرت سے بھرپور نظر ہوتی ہے، زبان سادگی اور شستگی لیے ہوئے ہے، تاکہ عام قاری تک بات بغیر ابہام وایہام کے پہونچ سکے، ان اداریوں کے جو موضوعات ہیں ان میں سیاسیات، مذہبیات، سماجیات، رابطہ عامہ اور ملی جماعت کی خدمات اور اس کے طریقہ کار پر ناقدانہ نظر ڈالی گئی ہے، موضوعات میں تنوع کے باوجود ان کی آرا جچی تلی ہوتی ہیں، وہ ’’نگار‘‘ کے نیاز فتح پوری کی طرح مذہبی معتقدات اور مسلمات کو معرض بحث میں نہیں لاتے، ملی اداروں پر ان کی تنقید درد دل کی آواز ہے، جسے خلوص سے خالی نہیں قرار دیا جاسکتا، ان کے قلم کی جولانی اور فکر کی روانی ان اداریوں میں زیادہ مضبوط ہے جو سیاسی اور سماجی موضوعات پر لکھے گیے ہیں، ان اداریوں میں انہوں نے اشہب قلم کو بے خوف ہوکر آزاد چھوڑ دیا ہے، آزادی کا مطلب بے لگام ہونا نہیں ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۰ پر)

گذشتہ سے پیوستہ

مکہ ڈائری

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

آج ۲۲ر ذی الحجہ ہے، مکۃ المکرّمہ میں تیسرا جمعہ ہے، صبح سات بجے ہی حرم شریف چلا گیا تھا، اہلیہ بھی اپنے بیٹے کے ساتھ گئیں، طواف کیا گیا اور پھر جمعہ کی نماز کے انتظار میں بیٹھ گئے، گیارہ پچیس پر اذان ہوئی، حالانکہ یہاں آج ظہر کا وقت ۲۳-۱۲ سے شروع ہوتا ہے، مجھے بتایا گیا کہ وقت سے پہلے اذان دینے کا یہ سلسلہ شیخ عبدالرحمٰن سدید کے حرمین شریفین کے ذمہ دار اور رئیس بننے کے بعد شروع ہوا ہے، اس کی وجہ سے جمعہ میں لوگوں کی بھیڑ کو کنٹرول کرنے میں مدد ملتی ہے اور اذان کے بعد لوگ صف بندی کر لیتے ہیں، مجھے نہیں معلوم کہ اس کام کے لیے وقت سے پہلے اذان دینے کی گنجائش کتنی ہے، اور وقت سے قبل دی گئی یہ اذان معتبر بھی ہے یا نہیں، ہم لوگوں نے تو یہی پڑھا ہے کہ وقت سے قبل اگر اذان دی گئی تو غیر معتبر ہے، وقت ہونے پر دوبارہ دینی چاہیے، وقت سے پہلے اذان کے بعد جو لوگ سنت کی ادائیگی کرتے ہیں اسے جمعہ کی سنت قرار دینا بھی محل نظر ہے، محل کیف دوسری اذان ۲۳-۱۲ پر خطبہ کی ہوئی، ہم لوگوں نے صفا کے حلقہ میں صف لگایا، خطبہ صاف سنائی نہیں دے رہا تھا، آواز ٹکرا رہی تھی، کچھ سمجھ میں نہیں آیا، امام صاحب نے پہلی رکعت میں والعٰدیت اور دوسری رکعت میں ویل الکل پڑھا، حرم سے کوئی دو بجے واپسی ہوئی، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے بھتیجا مولانا نعمت اللہ بن حافظ محمد ناظم کا فون آیا کہ آپ سب کو رات کے کھانے پر مدعو کرنا چاہتا ہوں، مشورہ سے طے ہوا کہ ان کو ایک بار لینے کے لئے آنا ہوگا، پھر پانچ پانچ لوگوں کا جانا طوالت کا سبب ہوگا، نظر الہدی وہاج الہدی روزانہ عمرہ کرتے ہیں، ان کا بھی ناغہ ہوگا، ایسے میں بہتر یہ ہے کہ وہ کھانا لیکر آجائیں، یہیں مل کر کھالیں گے، چنانچہ وہ اس قدر کھانا لے کر آ گئے کہ دو وقت سیر ہو کر پانچوں آدمی نے کھایا، کتابوں کا قیمتی تحفہ بھی لائے، ان کی محبت اور خلوص کے مقابل شکریہ کے الفاظ ناکافی معلوم ہوتے ہیں، اصل اجر تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ اس موقع سے چند اور باتوں کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔

پہلی بات تو یہ کہ موجودہ سعودی حکومت اسلامی آثار کو محفوظ کرنے کے لئے اقدام کر رہی ہے، یہ ایک اچھی بات ہے اور بڑی تبدیلی ہے، اس کا مقصد سعودی عرب میں سیاحت کو فروغ دینا ہے، ۲۰۳۰ء تک سرکار چاہتی ہے کہ معیشت کا انحصار پٹرول پر باقی نہ رہے، کیونکہ عالمی منڈی میں تیل کی قیمت گر جانے سے سعودی عرب کی معاشی ترقی رک جاتی ہے، اس لئے حرمین شریفین کے جو عاملین ہیں سب کے بیج پر ۲۰۳۰ء وزن درج ہے تاکہ یہ ہدف کسی مرحلہ میں فراموش نہ ہو، اس کے لئے پہلے مرحلہ میں غیر مواطن پر غیر معمولی ٹیکس لگا دیا گیا ہے، اگر کوئی یہاں بچوں کے ساتھ رہتا ہے تو اسے فی کس چار سو ریال ماہانہ ادا کرنا ہے، ویزہ اقامہ وغیرہ کی فیس میں بھی غیر معمولی اضافہ ہوا ہے، جس کی وجہ سے بڑی تعداد نے اپنی ملازمت چھوڑنے میں ہی عافیت سمجھی، سرکار چاہتی ہے کہ وہ آثار و باقیات جہاں جانا زائرین کے لئے پریشانی کا سبب ہے، وہاں روپ وے (اوپر جانے کے لئے ڈولی نما سواری جو بجلی کی مدد سے چلے گی) بنایا جائے گا، طائف کے لئے یہ پہلے سے استعمال ہو رہا ہے، خود احقر بھی ۲۰۱۵ء میں حضرت مولانا محمد قاسم مظفرپوری دامت برکاتہم کے ساتھ طائف اسی طرح گیا تھا، یہ سفر غسل کعبہ کی تقریب کے موقع سے شاہ سلمان کی دعوت پر ہوا تھا، اس لئے بہت ساری ایسی جگہوں کی زیارت بھی کرائی گئی تھی جہاں تک عام زائرین نہیں پہونچتے ہیں۔

گذشتہ سال پانچ ملین لوگوں نے عمرہ کیا تھا، ۲۰۳۰ء تک سرکار اسے پندرہ ملین تک پہونچانا چاہتی ہے، سعودی حکومت کے لئے آمدنی کا یہ بڑا ذریعہ ہے اور معتمرین اور حجاج کی خدمت شرف و سعادت کی بات تھی، اسی کو کہتے ہیں، ہم خرما و ہم ثواب، سعودی حکومت اس سلسلے میں اتنی مستعد ہے کہ محرم کی پہلی تاریخ سے عمرہ کرنے والوں کی آمد شروع ہو جاتی ہے، حالانکہ حجاج کرام کی بڑی تعداد حرمین شریفین میں موجود رہتی ہے، عمرہ کے لئے پہلے معمولی فیس ویزا کی تھی، غالباً ۷۰ر ریال، اب چار سو ریال ہے، یہ ایک بڑا اضافہ ہے، جس سے عمرہ کرنے والوں پر غیر معمولی بوجھ پڑے گا، اسی وجہ سے کئی ٹور کمپنیوں نے اپنا پروگرام فوری طور پر منسوخ کر دیا ہے اور فیس کم کرانے کے لئے جدوجہد شروع کر دی ہے، البتہ ایک اچھی بات یہ ہوئی ہے کہ دوبارہ عمرہ کے سفر پر جانے والوں کو دو ہزار ریال سعودی مزید لگتے تھے، اس کو ختم کر دیا گیا ہے، اس سے دوبارہ جانے والوں کو سہولت ہوگی۔

معیشت کو مضبوط کرنے کے لئے سعودی حکومت نے زائرین کیلئے تمام شہروں کے دروازے کھول دئے ہیں، اب عمرہ کے ویزہ پر بھی ملک کے دیگر شہروں میں جایا جا سکتا ہے۔ اب پہلے جیسی پابندی نہیں رہی، اس بار حجاج کرام نے طائف، بدر، حنین وغیرہ تک کا سفر کیا، بعض تو کئی بار مدینہ طیبہ آئے، گئے، یہ بدلی ہوئی پالیسی کا نتیجہ ہے، ورنہ پہلے حجاج کرام مکۃ المکرّمہ اور مدینہ منورہ تک محدود رہتے تھے، زیادہ سے زیادہ حرمین شریفین کے نواح میں واقع آثار کی زیارت کر پاتے تھے، اور بس۔

سعودی حکومت نے جو نئی پالیسی اپنائی ہے اس میں خواتین پر پہلے سے آرہی پابندیوں کو ختم کرنا بھی ہے، اسی بنیاد پر انہیں اب ڈرائیورنگ لائسنس دیا جا رہا ہے، میں نے اس سفر میں کئی خواتین کو گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے دیکھا، البتہ ان کا لباس حسب سابق ساتر تھا، اور وہ حجاب میں تھیں، پابندی کے ہٹنے کی وجہ سے عورتیں بغیر محرم کے یا محرم کی اجازت کے بغیر غیر ملکی سفر کرنے لگی ہیں، چنانچہ حالیہ دنوں میں کم و بیش ایک ہزار عورتوں نے بغیر محرم کی اجازت کے غیر ملکی سفر کیا اور امیگریشن والوں نے انہیں جانے دیا، پہلے سفر محرم کی اجازت اور محرم کے ساتھ ہوا کرتا تھا اور ایر پورٹ پر محرم کی اجازت تحریری طور پر پیش کرنی ہوتی تھی۔

اس بدلی ہوئی پالیسی کے نتیجہ میں بعض شرطوں کے ساتھ خواتین کو بغیر محرم کے سفر حج میں جانے کی اجازت بھی مل گئی ہے اور اس آزادی سے فائدہ اٹھانے میں ہماری ہندوستانی خواتین بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں، اس بار ایک ہزار سے زائد عورتوں نے حج کا سفر بغیر محرم کے کیا، بہار حج کمیٹی نے ایک خاتون کا انتخاب خادمۃ الحجاج کے طور پر کیا، چنانچہ گیا کی رہنے والی رعنا نام کی اس خاتون نے بغیر محرم کے خادمۃ الحجاج کے طور پر سعودی عرب کا سفر کیا، خدمت بھی کیا اور حج کی سعادت بھی میسر آئی، آئندہ یہ دائرہ اور وسیع ہو سکتا ہے اور ممکن ہے کہ رزرویشن کا فائدہ دے کر یہ تعداد نصف تک بھی پہونچ جائے، البتہ جن ائمہ کے یہاں بغیر محرم کے سفر کی اجازت نہیں ان کے یہاں حج کی ادائیگی تو ہو جائے گی، لیکن بغیر محرم کے سفر کا گناہ سر پر آئے گا۔

دوسری بات جو یہاں کی حیرت انگیز ہے وہ اتنے بڑے مجمع کو قابو میں رکھنا ہے، اس کام پر فوجی نیم فوجی رضا کار اور عاملین تو بڑی تعداد میں مامور ہیں، لیکن کسی کے ہاتھ میں ڈنڈا تک نہیں ہوتا، آتشی اسلحہ تو بڑی چیز ہے، صرف زبان اور ہاتھ کے اشاروں سے اس پورے مجمع کو قابو میں کرنے میں انہیں مہارت تامہ حاصل ہے، صورت حال کو قابو میں رکھنے کے لئے حجاج کرام کے عمل کو بھی بڑا دخل ہے، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ انہیں سفر حج میں منکرات سے رکنے، فسق و فجور سے دور رہنے اور جھگڑوں سے بچتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے، اس لئے وہ بڑی حد تک اس کی پاسداری کرتے ہیں، لیکن جو انتظامی لوگ ہیں، انہیں صرف ایک حکم حرم کی حرمت و عزت کو بچائے رکھنے کا ہے اور وہ اس کا پوری طرح خیال رکھتے ہیں، ''حاجی طریق طریق'' کہہ کر وہ راستوں کو صاف رکھتے ہیں، بریکر لگا کر جس سمت میں نہیں جانا چاہئے اس سے روک دیتے ہیں، اور فیتہ کھینچ کر گھیرا بندی کر دیتے ہیں، ان کے اس عمل کی وجہ سے دشواریاں دور ہوتی ہیں، عام حجاج کرام جو حالات سے اور حرم کے پورے نقشے سے واقف نہیں ہوتے: انہیں کبیدگی ہوتی ہے اور وہ اسے غیر ضروری طور پر پریشان کرنے سے تعبیر کرتے ہیں۔ سعودی حکومت کو اس کا پورا احساس ہے، اس لئے مختلف جگہوں پر یہ نشر ہوتا رہتا ہے کہ یہ ضابطے آپ کی سہولت کے لئے بنائے گئے ہیں، ان پر عمل کرنے سے آپ کا سفر آسان، پرسکون اور پریشانیوں سے محفوظ رہے گا، منی کی مسجد خیف، عرفہ کی مسجد نمرہ اور مزدلفہ کی مسجد مشعر حرام میں یہ مسلسل اسکرین پر آتا رہتا ہے، اس کے ساتھ اور بھی دوسری تعلیمات اسکرین پر آتی ہیں، جن میں شرک سے اجتناب اور اس خاص جگہ میں جو کچھ کرنا ہے اس سے متعلق احادیث کا ذکر ہوتا ہے، اس سلسلے میں اگر کوئی منکر باتیں حجاج کرام میں رائج ہیں تو اس کی تردید بھی حدیث و قرآن کی روشنی میں کی جاتی ہے۔

مولانا نعمت اللہ نے (جو جامعہ ام القری کے طالب علم اور حضرت مولانا محمد قاسم مظفرپوری دامت برکاتہم کے بھتیجا ہیں،) ایک ملاقات میں بتایا کہ جامعہ میں ایک شعبہ اسی کام کے لئے ہے کہ وہ ہر سال حاجیوں سے انٹرویو لے کر اس کی روشنی میں خدمت کو زیادہ بہتر بنانے کی شکلیں حکومت کے سامنے رکھتا ہے اور اسی تجویز کی روشنی میں اقدام کئے جاتے ہیں، کون گیٹ مسجد حرام کا کس وقت کھولنا ہے اور کس کو بند رکھنا ہے، مطوفین سطح ارضی کے مطاف تک کس گیٹ سے پہونچیں گے اور کس گیٹ سے انہیں تحویل کر کے پہلی، دوسری منزل یا چھت تک پہونچا دیا جائے گا، یہ پہلے سے طے ہوتا ہے اور اس کے مطابق اقدام کئے جاتے ہیں، امسال باب ملک عبدالعزیز کو ارضی مطاف تک جانے والوں کے لئے کھلا رکھا جاتا تھا، نماز کے ختم ہونے کے ایک گھنٹہ کے بعد باب اسماعیل اور دوسرے دروازوں سے بھی داخلے کی گنجائش ہو جاتی تھی، میرا داخلہ یا تو باب ملک عبدالعزیز سے ہوتا تھا یا پھر باب مروۃ سے، دو تین روز تحویل کر کے مجھے بھی چھت اور پہلی منزل تک پہونچا دیا گیا چنانچہ تین طواف اوپر سے ہی کیا، اوپر کی منزل میں دھکا مکی کم ہے، لیکن دائرہ بڑھ جانے کی وجہ سے ڈیڑھ سے دو گھنٹے ایک طواف میں لگ جاتے ہیں۔ مسجد حرام میں آنے جانے یا صحن میں آمد و رفت سے متعلق امور کے سلسلے میں وہاں پر کھڑے ملازمین اور کارندے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے، اس کا حق کنٹرول روم میں سی سی کیمرے کی مدد سے حالات کو قابو میں کرنے اور رکھنے کے لئے مامور افسر کا ہوتا ہے، جب تک ادھر سے کوئی ہدایت یا حکم نہیں موصول ہوگا موقع پر کھڑے کارندے کچھ نہیں کر سکتے، انہیں کنٹرول روم کی ہدایت کا انتظار رہتا ہے، اور ان کی ساری سرگرمی اسی ہدایت کے تابع ہوتی ہے۔

یہ انتظامی معاملات ہیں، جن میں کمی بیشی ہو سکتی ہے اور اس میں سدھار کے لئے تجاویز دی جا سکتی ہیں، لیکن جہاں تک مکۃ المکرّمہ کے عز و شرف کی بات ہے وہ ہمیشہ سے ہے اور قیامت تک باقی رہے گا اور اس میں کسی قسم کی کمی تاریخ کے کسی دور میں انشاء اللہ نہیں ہوگی، یہ شہر ہر دور میں امن و امان کا مرکز رہا ہے، اس کی حرمت زمین و آسمان کی تخلیق کے وقت سے ہی ہے، یہاں نہ کسی کو جھاڑ جھنکار کاٹنے کی اجازت ہے اور نہ کسی جانور کو پریشان کرنے کی۔

ایک اور مسئلہ جس نے مجھے پورے سفر میں خلجان میں رکھا، وہ موسم حج میں امام کا باب اسماعیل سے امامت کرنا ہے، اس معاملہ میں یقینی طور پر مقتدی امام سے آگے ہوتے ہیں، خصوصاً وہ حضرات جو بڑے شوق سے کعبۃ اللہ کے سامنے مطاف میں نماز پڑھتے ہیں، کسی بھی حالت میں مقتدی جب امام سے آگے ہو تو نماز نہیں ہوتی ہے، ایسے میں ان حضرات کی نمازوں کا کیا ہوگا، میری سمجھ سے باہر ہے، میں یہ سوال وہاں کے کسی عالم سے نہیں کر سکا، اس کا افسوس ہے، البتہ امامت باب اسماعیل سے اندر والے حصہ سے آنکھوں دیکھی بات ہے، اس لیے تاویل کی کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی ہے۔

ایک اور چیز جو پہلے سے کہیں زیادہ دیکھنے میں آئی وہ ہے گداگری، مطاف میں بھی لوگ مانگتے نظر آئے، رمی کے تینوں ایام میں رمی کے بعد لوٹنے والے راستے پر گداگروں کی بھیڑ دیکھنے میں آئی جن میں زیادہ تر افریقن عورتیں تھیں، کئی ہتھ کٹی اور چلنے پھرنے سے معذور، حجاج کرام ان کی دل کھول کر مدد کرتے ہیں، جو خدام وہاں صفائی وغیرہ کے کاموں پر مامور ہیں ان کی جیبیں بھی حجاج کرام کی داد و دہش سے بھر جاتی ہیں، اس طرح پہلے یہاں بخشش مانگنے کا رواج نہیں تھا، لیکن اب کمروں کی صفائی کرنے والے، بسوں پر سامان چڑھانے والے، منی، عرفات میں کھانا پہونچانے والے بس کے ڈرائیور اور مکتب کے معلمین کے کارندے بھی کمرہ کمرہ گھوم کر، بسوں میں چڑھ کر اور خیموں کے چکر لگا کر ہاتھ پھیلا کر بخشش مانگتے نظر آتے ہیں، نہیں دینے پر اصرار کرتے ہیں اور وصولی کر کے ہی چھوڑتے ہیں، پہلے دوسرے اور تیسرے حج میں بخشش مانگنے کا یہ طریقہ میں نے نہیں دیکھا تھا، اس لیے اس پر حیرت ہوئی۔

۲۷ر اگست کو بعد نماز ظہر ہم لوگ مدینہ طیبہ کے لئے بس میں بیٹھ گئے، ایک گھنٹہ بیٹھے رہنے کے بعد بس کھلی، معلم کے لوگوں نے مدینہ طیبہ میں ''سجی المدینہ'' ہوٹل کی پٹی تو دے دیا ہے، لیکن کمرہ نمبر درج نہیں ہے، حج میں آتے وقت مکہ مکرمہ کے ہوٹل اور کمرہ کا نمبر کولکاتا ہی میں مل گیا تھا، جو سامان پر لگا دیا گیا تھا، مدینہ طیبہ کے معاملہ میں ایسا نہیں ہوا، چلئے پہونچ کر دیکھتے ہیں، کیا ہوتا ہے، الوداع اے بیت اللہ الحرام، الوداع مسجد الحرام، الوداع مولد نبی صلی اللہ علیہ وسلم، الوداع الوداع۔

''کیا ہی اچھا ہوتا، اگر ''مکہ ڈائری'' کو ایک کتابی شکل میں شائع کرادیا جائے تاکہ آئندہ زائرین کے لیے ایک گائیڈ ثابت ہو''۔ (مشہور شاعر، ادیب انور آفاق دربھنگہ)

راستے کا حق

ڈاکٹر سید حسنین احمد ندوی قاسمی

راستہ انسان کومنزل مقصود تک پہنچانے کا ذریعہ ہے، خواہ یہ منزل دنیوی ہو یا اخروی، قرآن کی پہلی اور سب سے زیادہ پڑھی جانے والی سورہ فاتحہ میں بھی سیدھے راستے کوانسان کی آرزو بنا دیا گیا ہے جو اسے اس کے رب تک پہنچانے والا ہے، راستہ کی اسی اہمیت کی وجہ سے انسان جہاں بھی رہے، بسے یا قیام کرے، راستہ کی فکر اسے پہلے سے دامن گیر ہوتی ہے، قیام چاہے مستقل ہو یا عارضی، مسئلہ محل کا ہو یا جھونپڑی کا، پیش نظر کھیت کھلیان ہو یا صنعت وحرفت، راستہ کے بغیر کوئی پیش قدمی نہیں کی جاسکتی ہے، راستہ کی اس غیر معمولی اہمیت کی وجہ سے یہ ہمیشہ ہی انسان کے لیے مرکز توجہ رہا ہے اور انسان کے ساتھ ساتھ اس نے بھی کافی ترقی کرلی ہے یہاں تک کہ معاملہ پگڈنڈیوں، گلیوں اور کوچوں سے بڑھ کر شاہراہوں، ہائیویز اور موٹرویز تک جا پہنچا اور بحر وبر ہی نہیں بلکہ فضا کی لامحدود وسعتوں میں بھی اس نے اپنے قدم جما لیے ہیں جس پر ہزاروں طیارے دن رات دندناتے پھرتے ہیں۔

موجودہ دور میں راستہ سے متعلق مستقل نظام وجود میں آچکا ہے، قانون کی لمبی چوڑی فہرست ہے جس میں معمولی سا بھی خلل ہماری تمدنی زندگی کے ڈھانچے کو درہم برہم کردیتا ہے، راستہ کی اہمیت کا یہ شعور جو انسانوں میں اب عام ہوا ہے، اسلام نے اس کی جانب بہت پہلے توجہ دلائی؛ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کم ازکم چوڑائی سات ہاتھ یعنی دس فٹ ذکر فرمائی ہے۔ **اجعلوا الطریق سبعة اذرع** (ترمذی: ۱۳۵۵) راستہ کی چوڑائی کم ازکم سات ہاتھ رکھو۔

اسلام نے حقوق وواجبات کی فہرست میں راستہ کے حق کا اضافہ کیا اور اس بات کو یقینی بنانے کا حکم دیا کہ راستہ مسافروں کے لیے مامون ومحفوظ ہو اور انھیں دوران سفر کسی پریشانی کا سامنا کرنا نہ پڑے، اس کے لیے کسی بھی تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹانا بھی ایک عبادت بنا دیا گیا؛ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کے بہت سے شعبے ہیں ان میں پہلا کلمہ یعنی لا الہ الا اللہ اور آخری راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے۔ انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے اور راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا بھی صدقہ ہے۔

راستہ سے تکلیف دہ وناپسندیدہ چیزوں کا ہٹانا کوئی عام سا صدقہ نہیں بلکہ یہ اتنا بڑا عمل خیر ہے جو انسان کی مغفرت کے لیے کافی بھی ہے۔

راستہ چلتے ہوئے ایک شخص کو کانٹوں بھری ٹہنی نظر آئی تو اس نے اسے راستہ سے ہٹا دیا، اس پر اللہ نے اس کی مغفرت فرمادی۔ **(بخاری ومسلم)**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص صرف اس بنیاد پر جنت میں چلا گیا کہ اس نے راستہ میں موجود درخت کو کاٹ کر ہٹا دیا تھا جس سے لوگوں کو دشواری ہوتی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص نے کوئی اچھا کام نہیں کیا سوائے اس کے کہ کانٹوں بھری ٹہنی کو ہٹایا جو راستے پر تھی، یا درخت پر تو اس عمل پر اللہ نے اسے جنت میں داخل کردیا۔

ایسا شخص جس کا اکاؤنٹ نیکی کی کرنسی سے یکسر خالی تھا جب اس نے کانٹوں بھری ٹہنی کو راستہ سے اس خیال سے ہٹا دیا کہ گذرنے والے کو تکلیف نہ ہو تو اس کے اس عمل سے اللہ اتنا خوش ہوا کہ اس کو جنت میں داخل کردیا۔ اس طرح راستہ میں پڑی ہوئی کسی بھی ایسی چیز کو ہٹانا جس سے وہاں گذرنے والے کو دشواری ہوسکتی ہو یہ اللہ کے نزدیک اتنا پسندیدہ عمل ہے کہ ایسے شخص کے لیے جنت کی ضمانت بن جاتا ہے، لہٰذا اس کے برعکس کوئی بھی عمل جس کی وجہ سے راستہ سے گذرنا مشکل ہوجائے ظاہر ہے اسلام اسے کس طرح گوارہ کرسکتا ہے؛ چنانچہ گھر یا دکان کے سامنے راستہ پر بیٹھنا، ٹھہرنا یا خوش گپوں میں وقت گذارنا جس میں چبوترہ پارٹی بھی شامل ہے، اسلام کی نظر میں یہ انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے: اس لیے کہ راستہ پر ٹھہرنے سے وہاں سے گذرنے والوں کو نہ صرف راستہ کی تنگ دامنی کا شکوہ ہوتا ہے؛ بلکہ یہ بعض کے لیے الجھن کا باعث بھی ہوتا ہے، خاص طور پر باحیا خواتین کے لیے، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ پر ایسی کسی بھی بزم آرائی سے منع فرمایا ہے، خواہ وہ بحالت قیام ہو یا یا قعود، لہٰذا اس سے سختی کے ساتھ اجتناب کرنا چاہیے؛ لیکن اگر کسی وجہ سے یہ ناگزیر ہو تو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ اس سے راہگیروں کو کوئی دشواری نہ ہو۔

راستہ پر بیٹھنے سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا کہ یہ تو ہماری مجلسیں ہیں جہاں ہم بات چیت کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر بیٹھنا ہی ہے تو راستہ کا حق ادا کرو، صحابہ نے دریافت کیا راستہ کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نظر نیچی رکھو، کسی کو تکلیف مت پہنچاؤ، سلام کا جواب دو، اچھائی کا حکم دو اور برائی سے روکو۔

ابوطلحہؓ نے بیان کیا کہ ہم ایک بار گھر کے سامنے بیٹھ کر باتیں رہے تھے کہ رسول اللہ تشریف لائے فرمایا تم لوگ راستہ پر کیوں بیٹھ جاتے ہو، اس سے بچو، ہم نے عرض کیا کہ ہم ایسے کام کے لیے بیٹھے ہیں جس میں کوئی حرج نہیں ہے، ہم تو آپس میں باتیں اور تبادلہ خیال کے لیے بیٹھے ہیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کرنا ہی ہے تو اس کا حق ادا کرو، وہ یہ ہے کہ نظر نیچی رکھو، سلام کا جواب دو اور اچھی بات کرو۔

یہ حدیث راستہ میں یا فٹ پاتھ پر مجلس جمانے کی ممانعت میں بالکل واضح ہے، ضرورتاً بھی اس کی اجازت اس شرط کے ساتھ ہے کہ اس کا موضوع فحش تبصرے، غیبت اور شیخی کے بجائے امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہو، گذرنے والا کوئی بھی ہو، اسے گھورا نہ جائے اور نہ ہی کوئی ایسی حرکت کی جائے جس سے اسے ذہنی یا جسمانی اذیت ہو، اسی طرح ایسی جگہیں جہاں عام طور پر خواتین کا ہجوم ہوتا ہو جیسے گرلز کالج وغیرہ کے اطراف بلا کسی معقول وجہ کے راستہ میں ٹھہرنا درست نہیں ہے؛ اس لیے کہ اس کا واحد مقصد خواتین کو گھورنا یا انھیں جنسی طور پر ہراساں کرنا ہے، جو حرام ہے، اس کے علاوہ گذرنے والوں کا اس حوالے سے جائزہ لینا کہ وہ کہاں سے آرہا ہے یا کہاں جارہا ہے، یا اس کیساتھ کیا سامان ہے، یہ سب دوسروں کی زندگی میں مداخلت کے مترادف ہے، جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے، لہٰذا اس قسم کی حرکت کرنے والے دوسروں کا راستہ سے گذرنا مشکل بنا دیتے ہیں اور غیروں کی عزت وحرمت کو مجروح کرتے ہیں، اور اس طرح گذرگاہوں سے نہ صرف سیئات بٹورتے ہیں؛ بلکہ اپنی عزت وحرمت کو داؤ پر لگاتے ہیں؛ اس لیے کہ ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے ذلت ورسوائی طے کردی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور فرمایا: اے لوگو! جو محض زبان سے ایمان لائے اور یہ ایمان دل تک نہیں پہنچا، مسلمانوں کو تکلیف مت دو، جو اپنے بھائی کی عزت کے درپے ہوگا تو اللہ اس کے درپے ہوگا اور اسے ذلیل کردے گا، خواہ وہ محفوظ جگہ چھپا ہوا ہو۔

راستہ کی حق تلفی کے بہت سے طریقے ہیں جن میں اہم راستہ میں کسی اچھی چیز کا ڈال دینا ہے جو گذرنے والوں کے لیے تکلیف کا سبب بنے جیسے کچرا، ٹوٹی ہوئی کانچ، یا پھر کیل اسی طرح راستہ پر ضرورت سے فارغ ہونا وغیرہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کو لعنتی قرار دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا دولعنت کرنے والوں (یعنی اپنے لیے لعنت کا سبب بننے والے دوکاموں) سے بچو، صحابہ نے دریافت کیا یہ دونوں کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا: جو راستہ یا وہاں موجود سایہ میں ضرورت سے فارغ ہوتے ہیں۔

راستہ کے ساتھ ہونے والی زیادتی میں ایک اہم زیادتی دکانداروں کا اپنی دکان روڈ تک بڑھا دینا ہے، اس کے علاوہ بنڈی والے جو راستہ میں ہی اپنی بنڈیاں ٹھہرا کر کاروبار کرتے ہیں اس کی وجہ سے راستہ تنگ ہوجاتا ہے اور لوگوں کو آمد ورفت میں دشواری ہوتی ہے، معروف بزرگ شیخ ابوطالب المکی المتوفی ۳۸۶ھ جن کے افادات امام غزالی نے اپنی کتاب احیاء علوم الدین میں نقل کیا ہے، انہوں نے بیان کیا ہے کہ ان کے زمانہ میں ثقہ اور دیندار لوگ راستہ پر دھندہ کرنے والوں سے لین دین معیوب سمجھا کرتے تھے، امام غزالی نے اپنی معروف کتاب احیاء علوم الدین میں ''منکرات الشوارع'' کے نام سے ایک مستقل فصل قائم کیا ہے اور اس میں تفصیل سے راستہ میں کی جانے والی ان تصرفات کا ذکر کیا ہے جس کی وجہ سے راستہ چلنے والے کو دشواری ہوتی ہے جیسے گھر کے سامنے ٹنٹ لگانا اور اس کا کھونٹا، سڑک پر گاڑنا، جانوروں کو روڈ پر باندھنا، پانی کی موری روڈ پر چھوڑنا، بالکونی، چھجہ وغیرہ راستہ کی جانب نکالنا، انہوں نے ایسے تمام عمل کو مکروہ قرار دیا ہے۔

راستہ کے سلسلہ میں ہمارے معاشرہ میں ایک انتہائی غلط روایت چل پڑی ہے، وہ مکان کی تعمیر میں راستہ کا کچھ حصہ اس میں شامل کرلینا ہے، اور اگر کوئی شریف النفس یہ نہ کرے جب بھی گھر کی سیڑھی ہر حال میں راستہ پر بناتے ہیں، اور اس سلسلہ میں بعض اتنی فیاضی سے کام کرلیتے ہیں کہ تقریباً پانچ فٹ سے کم جگہ پر اکتفا نہیں کرتے، محلّہ کی گلیاں عام طور پر 20 فٹ سے 25 فٹ چوڑی ہوتی ہیں، جب اس کے دونوں جانب کے مکیں آگے بڑھ آتے ہیں تو پھر راستہ 10 سے 15 فٹ ہی بچ جاتا ہے، اس پر مستزاد ایک بڑی تعداد اپنی گاڑیاں راستہ پر ہی ٹھہراتی ہے اس کی وجہ سے یہ گلیاں اس قدر تنگ ہوجاتی ہیں کہ وہاں سے کوئی چھوٹی گاڑی بھی مشکل سے گذرتی ہے، اور اگر دونوں جانب سے گاڑی آجائے تو پھر تو اچھا خاصا مسئلہ بن جاتا ہے اور کبھی کبھی تو وہاں کے مکینوں کو اس کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑتی ہے، ہنگامی طبی صورتحال میں ایمبولنس کے پہنچنے سے پہلے ہی مریض دم توڑ دیتا ہے اسی طرح آگ لگنے کی صورت میں فائر بریگیڈ کی گاڑی مطلوبہ جگہ تک جلد نہیں پہنچ پاتی ہے جس کی وجہ سے ایک چھوٹا سا حادثہ بڑے حادثہ میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ راستہ کی زمین کا کوئی بھی حصہ خواہ وہ کم ہو یا زیادہ مکان کی تعمیر میں شامل کرنا غصب کے ضمن میں آتا ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک بالشت زمین بھی کسی کی ہڑپ لی تو اللہ قیامت کے دن سات تہہ زمین اس کے گلے میں لٹکائے گا۔ جس نے ناحق کسی کی زمین ہڑپ لی تو قیامت کے دن اسے اس کے ساتھ زمین کی سات تہہ تک دھنسا دیا جائے گا۔

راستہ کی زمین کے ہڑپ کرلینے کا طریقہ اس قدر عام ہوچلا ہے کہ اس کی قباحت وشناعت بہت سے دیندار لوگوں کے ذہنوں سے بھی محور ہوچکی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے مکانوں کی تعمیر کے دوران راستہ کی حرمت کا خیال نہیں رکھتے، اتنا ہی نہیں خالص دینی کام جیسے مساجد، عیدگاہ، وغیرہ کی تعمیر کے موقع پر بھی ایک دوفٹ راستہ کی زمین اس میں شامل کردیتے ہیں اور اگر یہ نہ کریں تو کم ازکم سیڑھی ضرور راستہ پر بناتے ہیں، مسجد کی تعمیر بلاشبہ ایک بہت بڑا خیر کا کام ہے جو اس اہل خیر کو جنت تک پہنچائے گا؛ لیکن راستہ پر بنائی جانے والی سیڑھی جنت میں نہیں بلکہ جہنم میں ہی اتارے گی۔

سہل بن معاذ نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا کہ ایک غزوہ میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، راستہ میں ایک جگہ پڑاؤ کیا تو لوگوں نے خیمے لگانے میں راستہ کی جگہ تنگ کردی، اور عام گذرگاہ کو بھی نہ چھوڑا، اللہ کے رسول کو اس صورتحال کا پتہ چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعلان کرنے والا بھیجا، جس نے اعلان کیا کہ جو شخص خیمہ لگانے میں تنگی کرے یا راستہ میں خیمہ لگائے تو اس کا جہاد (قبول) نہیں ہے۔

بہت سے لوگ نماز کے اوقات میں خاص طور پر جمعہ کے دن اپنی گاڑیاں مساجد کے سامنے راستہ پر اس طرح پارک کردیتے ہیں کہ وہاں سے گذرنے والوں کو اس کی وجہ سے کافی دشواری ہوتی ہے، بعض لوگ تو بیچ راستہ میں ہی پارک کرکے چلے جاتے ہیں۔ (بقیہ صفحہ ۱۰ پر)

اسمارٹ فون دنیا کا سب سے بڑا فتنہ

مولانا ندیم الواجدی

حال ہی میں ایک ویڈیو وائرل ہوئی ہے، یورپ کے کسی ملک کی ویڈیو ہے، اس میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو دکھلایا گیا ہے، ان کے ہاتھوں میں تختیاں ہیں جن پر کچھ اس طرح کے نعرے لکھے ہوئے ہیں ''ہمیں وقت دو'' ''ہمیں آپ کا پیار چاہئے'' ''موبائل فون سے ہم نفرت کرتے ہیں'' بچوں کے اس مظاہرے کی قیادت ایک سات سالہ بچہ کررہا تھا، ان بچوں کو اپنے والدین سے شکایت ہے کہ وہ ان پر توجہ دینے کے بجائے اپنا تمام وقت موبائل فون کے ساتھ گزارتے ہیں، یہ گھر گھر کی کہانی ہے، موبائل کے حد سے زیادہ استعمال نے ہمیں دور دراز کے رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ تو مربوط کیا ہے لیکن قریبی رشتوں سے دور بھی کردیا ہے، کتنے ہی لوگ ہیں جو نادیدہ لوگوں کے ساتھ دوستی اور تعلق میں اتنے آگے بڑھ جاتے ہیں کہ انھیں احساس بھی نہیں ہوتا کہ قریب ترین رشتوں کی ڈوران کے ہاتھ سے نکل چکی ہے، یہ تو وہ بچے تھے جنھیں احساس ہوا کہ اس عمر میں وہ والدین کی توجہات کے زیادہ مستحق ہیں، ورنہ بہت سے بچے تو اس کمی کو اسمارٹ فون کے استعمال سے پوری کررہے ہیں، والدین خود بھی موبائل فون پر دوستوں کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف رہنے کی وجہ سے اپنے نوعمر بلکہ شیر خوار بچوں تک کو موبائل فون پکڑادیتے ہیں، انھیں یہ خیال تک نہیں آتا کہ اس طرح بچوں کی نشوونما متاثر ہوسکتی ہے، ان کی آنکھیں خراب ہوسکتی ہیں، ان کی تعلیم پر بھی اس کا اثر پڑسکتا ہے سب سے زیادہ یہ کہ وہ ان سے دور بھی ہوسکتے ہیں، مگر موبائل فون کے نشے میں چور والدین کو ان سب چیزوں کی کوئی پرواہ نہیں۔

ہمارے دور کی سائنسی ایجادات میں موبائل فون ایک اہم ایجاد ہے، اس وقت دنیا میں اگر کسی ایجاد سے زیادہ فائدہ اٹھایا جارہا ہے تو وہ موبائل فون ہے، دنیا کی پانچ ارب کی آبادی میں سے نصف یقینی طور پر اس کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہے، خود ہمارے ملک میں چالیس پچاس کروڑ افراد موبائل سے جڑے ہوئے ہیں، اس ایجاد نے دوریاں ختم کردی ہیں، فاصلے مٹادئے ہیں، اور لوگوں کو ایک دوسرے سے انتہائی قریب کردیا ہے، آدمی دنیا کے کسی بھی کونے میں ہو اس فون کے ذریعے وہ ہر وقت اپنوں سے باخبر رہتا ہے اور انھیں بھی باخبر رکھتا ہے، دنیا بھر کی معلومات انٹرنیٹ کے ذریعہ اس کے موبائل فون پر سیلاب کی طرح آتی رہتی ہیں، کہیں بھی کوئی اہم یا غیر اہم واقعہ ہو وہاٹس اپ، فیس بک، ٹیوٹر اور دوسرے پروگراموں کے ذریعے اس تک پہنچ جاتا ہے، کسی چیز کے متعلق معلومات درکار ہوں تو گوگل کافی ہے، اس کے خزانے میں ہر طرح کی معلومات موجود ہیں، بس آپ کی انگلیوں کو حرکت کرنی ہے، اگلے ہی لمحے آپ کے موبائل فون کی اسکرین پر وہ تمام معلومات آپ کی مطلوبہ زبان میں لکھی ہوئی سامنے آجائیں گی، ساری دنیا سے باخبر رہنے کا اس سے بہتر ذریعہ کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا، پہلے ریڈیو کھولنا پڑتا تھا، ٹی وی کی نشریات دیکھنی پڑتی تھیں، اخبارات پڑھنے پڑتے تھے، کتابوں کے صفحات الٹ پلٹ کرنے پڑتے تھے، اب یہ ساری چیزیں آپ کے اسمارٹ فون میں ہیں، نہ کہیں جانے کی ضرورت، نہ کسی جگہ جم کر بیٹھنے کی ضرورت، نہ کتابیں اٹھانے اور رکھنے کی ضرورت، نہ ٹی وی چینلوں کو گردش دینے کی ضرورت، پوری دنیا آپ کی مٹھی میں ہے، بس مٹھی کھولنے کی ضرورت ہے، یہ تو موبائل فون کا مثبت پہلو ہے، لیکن یہ ایجاد اپنے ساتھ کتنی خرابیاں لے کر آئی ہے اس کا احساس اب ذی شعور لوگوں کو ہونے لگا ہے، ممتاز عالم دین مولانا تقی عثمانی صاحب تو اسمارٹ فون کو دور حاضر کا سب سے بڑا فتنہ کہتے ہیں، اگر ایک سادہ سا موبائل ہو اور مقصد صرف اتنا ہو کہ اس کے ذریعے کسی کو فون کرلیا جائے یا کسی کا فون سُن لیا جائے تو اس سے بڑھ کر مفید چیز کوئی دوسری نہیں ہوسکتی، خرابی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب یہ سادہ سا فون اسمارٹ فون میں یا ملٹی میڈیا فون میں تبدیل ہوجاتا ہے، پھر اگر اس کا استعمال اس حد تک ہو جس حد تک کسی کو اس کی ضرورت ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، مثال کے طور پر ایک تاجر اسمارٹ فون صرف اس لیے رکھتا ہے کہ وہ اس کے ذریعے اپنی تجارت کو فروغ دے سکے یا دورہ کرا پنی تجارتی سرگرمیوں پر نظر رکھ سکے اور انھیں دورہ کر بھی کنٹرول کرتا رہے تو یقیناً یہ بہترین استعمال ہے، ایک صحافی اسمارٹ فون کے ذریعے دنیا بھر کی خبروں سے باخبر رہتا ہے، واقعات عالم پر مشہور و معروف قلم کاروں کے تجزیوں اور سیاست دانوں کے تبصروں کی روشنی میں وہ اپنی رائے قلم بند کرتا ہے اور اپنی یہ رائے نیٹ پر ڈال دیتا ہے تا کہ لوگوں کے سامنے اس کا نقطہ نظر بھی آجائے تو کہا جائے گا کہ یہ صحافی اپنے اسمارٹ فون کو صحیح طور پر استعمال کررہا ہے، اسی طرح کوئی طالب علم اپنے مضمون کی تیاری میں نیٹ پر دستیاب معلومات سے مدد لے رہا ہے تو یہ بھی غلط نہیں ہے، بات وہاں خراب ہوتی ہے جہاں اس کا استعمال غلط طور پر کیا جاتا ہے، مولانا تقی عثمانی فرماتے ہیں کہ موجودہ دور میں اسمارٹ فون فحاشی پھیلانے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، مولانا کا یہ تجزیہ صدفی صد درست ہے، آج ہماری نئی نسل بہ طور خاص اسمارٹ فون کو اس لیے گلے لگائے پھرتی ہے کہ وہ اس کی خلوتوں کا ساتھی اور تنہائیوں کا رفیق ہے، وہ اس میں کیا دیکھتا ہے کوئی اس سے پوچھنے والا نہیں ہے، کچھ پہلے تک تفریح کا بڑا ذریعہ سنیما بنی تھا، لیکن بہت سے لوگ خاص طور پر داڑھی ٹوپی والے لوگ سنیما ہاوس کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے اس لیے ڈرتے تھے کہ اگر کسی نے دیکھ لیا تو وہ طعنہ دے گا اور ہمارے احترام وعزت میں فرق آجائے گا، اب صورت حال بدل چکی ہے، دنیا بھر کی فلمیں آپ کی جیب میں ہیں، اور آپ کے اشارے کی منتظر ہیں، آپ داڑھی ٹوپی تو کیا جبہ و دستار میں بھی ان فلموں سے استفادہ کرسکتے ہیں اور معاشرے میں اپنی بزرگی کا بھرم برقرار رکھ سکتے ہیں۔ فلمیں خاص طور پر فحش فلمیں تو اب بھی پردے میں دیکھی جاتی ہیں، لیکن دوستوں کے ساتھ سارا سارا دن اور پوری پوری رات چیٹنگ کرنے میں کسی آڑ کی ضرورت نہیں ہے، جسے دیکھو وہ خشوع خضوع کے ساتھ اس کام میں لگا رہتا ہے، وقت کی اضاعت، صحت کی بربادی، پیسے کا ضیاع، قریبی رشتوں کے ساتھ دوری، سب اسی اسمارٹ فون کی بدولت ہیں، ایک عام گھر کا منظر نامہ بھی کچھ اس طرح کا ہوتا ہے کہ بیوی اپنے موبائل پر مصروف، شوہر اپنے موبائل کی اسکرین پر نظر جمائے ہوئے، بچے بھی والدین کے نقش قدم پر، نیند نے مجبور کیا سوگئے، ورنہ صبح تک پلک نہیں جھپکی جاتی، سونے کے بعد اٹھتے ہی سب سے پہلے فون پر اپنا اسٹیٹس چیک کیا جاتا ہے، اس کے بعد دوسری مصروفیات شروع ہوتی ہیں۔

ہم نے اسمارٹ فون کو اس لیے موضوع نگارش بنایا کہ دارالعلوم دیوبند نے اپنے طلبہ پر یہ پابندی عائد کی ہے کہ وہ اپنے پاس ملٹی میڈیا موبائل فون نہیں رکھ سکتے، اگر کسی طالب علم کے پاس سے اس طرح کا کوئی موبائل برآمد ہوا تو پہلی فرصت میں اس کا اخراج کردیا جائے گا اور اس کا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوگا، جہاں تک ہمارا خیال ہے دارالعلوم دیوبند نے اسمارٹ فون پر پابندی لگانے کا جو فیصلہ کیا ہے وہ درست سمت میں ایک صحیح قدم ہے، اور مستقبل میں اسکے اچھے نتائج برآمد ہوں گے، دیوبند کے دوسرے مدرسوں کو بھی دارالعلوم کی تقلید کرنی چاہئے، بلکہ تمام مدارس کو اس سلسلے میں سخت قدم اٹھانا چاہئے، اس بیماری پر اسی وقت مکمل طور پر قابو پایا جاسکتا ہے، شاید ہی کوئی طالب علم ایسا ہو جس کی جیب میں اسمارٹ فون موجود نہ ہو، ان نوعمر اور ناپختہ شعور بچوں سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اس کو صرف تعمیری مقاصد میں ہی استعمال کریں گے، غیر شعوری طور پر ان کی رسائی ایسی ویب سائٹس تک ہوسکتی ہے جو ان کی اخلاقیات کو متاثر کرسکتی ہیں، اس لیے اس طرح کے موبائل سے ان کو دور رکھنا ہی بہتر قدم ہے، بہت سے محتاط علماء تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اسمارٹ فون کا استعمال صرف اس شخص کے لیے جائز ہے جس کے دل میں خدا کا خوف ہو اور وہ جلوت وخلوت ہر حال میں اللہ کی پکڑ سے ڈرتا رہتا ہو، اگر کسی کا دل اللہ کے ڈر سے خالی ہو اس کے لیے جائز ہی نہیں کہ وہ اسمارٹ فون استعمال کرے۔

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ طلبہ صرف شوق میں اس طرح کے موبائل رکھتے ہیں اور وہ وہاٹس اپ یا فیس بک وغیرہ پر دوستوں اور رشتہ داروں سے رابطہ رکھنے یا ان سے چیٹ کرنے کے علاوہ کچھ نہیں کرتے تب بھی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دور طالب علمی میں اس طرح کے مشاغل بے حد مضر ہیں، حکیم الامت حضرت تھانوی تو دور طالب علمی میں رشتہ داروں کی طرف سے آئے ہوئے خطوط دیکھنے کے روادار بھی نہیں تھے، بلکہ وہ ایسے تمام خطوط جو انھیں ایام طالب علمی میں موصول ہوتے ایک گھڑے میں ڈال دیتے تھے، جب سالانہ تعطیلات ہوتیں تو گھڑے کے اندر سے تمام خطوط نکالتے، انھیں پڑھتے، کسی کے مرنے کی خبر ہوتی تو اس کے گھر تعزیت کے لیے تشریف لے جاتے، کوئی خوشی کی خبر ہوتی تو اسے مبارک باد پیش کرتے، انھیں یہ گوارا نہیں تھا کہ وہ اپنا قیمتی وقت خطوط پڑھنے اور ان کا جواب لکھنے میں ضائع کریں، آج ہم کئی کئی گھنٹے غیر ضروری اور لایعنی چیٹنگ میں برباد کرتے ہیں، افسوس اس کا ہے کہ ہم لوگوں کو اس بربادی کا احساس تک نہیں ہوتا، موبائل فون کے حد سے بڑھتے ہوئے استعمال سے طلبہ میں مطالعہ کتب کا شوق کم سے کم ہوتا جارہا ہے، بہت سے بدقسمت طلبہ تو درسگاہوں کی پچھلی صفوں میں بیٹھ کر بھی موبائل سے کھیلتے نظر آتے ہیں، ایسے میں کیا خاک پڑھائی ہوگی اور کیا خاک استعداد بنے گی، دارالعلوم کا اقدام بہ ظاہر تو سخت نظر آتا ہے مگر اس طرح کے سخت اقدام کی بڑی ضرورت تھی، اب رہی یہ بات کہ اخراج کے علاوہ بھی کوئی دوسری سزا ہے یا نہیں، اس سلسلے میں تو ہمیں حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندوی کی یہ رائے زیادہ پسند ہے کہ طالب علم کا اخراج کرنا ایسا ہے جیسے کسی عضو بدن میں کوئی تکلیف ہو اور اس تکلیف کا علاج کرنے کے بجائے اس عضو کو کاٹ کر پھینک دیا جائے، طلبہ ہمارے نظام کے لیے ایسے ہیں جیسے بدن کے اعضاء، اگر یہ اعضاء کسی بیماری میں مبتلا ہوں تو ان کے علاج کی ضرورت ہے نہ کہ ان کو کاٹ کر پھینک دینے کی، ہاں اگر کوئی عضو بالکل ہی گل سڑ جائے اور اس کے زہریلے اثرات سے پورا نظام جسم متاثر ہونے لگے تب اسے کاٹ دینا ہی بہتر ہے، اگر اصلاح کی امید ہے تو آخری لمحے تک اصلاح کی کوشش ہونی چاہئے۔ ہم تو اس سلسلے میں قاری صدیق احمد باندوی کی رائے کو اہمیت دیتے ہیں اور ذمہ داران مدارس کو بھی اس کا مشورہ دیتے ہیں کہ وہ حضرت باندوی کی رائے پر عمل کریں۔

آئی ایس بننے کا خواب لیے دہلی آئے کشمیری طلبہ کا خواب چکنا چور، لوٹے اَپنے گھر

یو پی ایس سی کے امتحان دے کر سول سروس کرتے ہوئے ملک کی خدمت کرنے کا خواب آنکھوں میں سجائے درجنوں کشمیری طلبہ اپنے گھر سے دور دہلی کے مختلف کوچنگ میں پڑھ کر تیاریاں کررہے تھے۔ لیکن برسر اقتدار بی جے پی کے ذریعہ جموں وکشمیر کا خصوصی درجہ ختم کیے جانے کے بعد تقریباً ۳۰ر طلبہ، جن میں زیادہ تر لڑکیاں تھیں، اپنے گھروں کو لوٹ گئے ہیں۔ حالانکہ ان طلبہ نے دہلی کی کوچنگ کے لیے موٹی رقم خرچ کی تھی، لیکن ۵ر اگست کے بعد گھر والوں سے کسی قسم کا رابطہ نہ ہونے کے سبب پیدا تناؤ کے مدنظر ان طلبہ نے اپنے کیریر کی قربانی دے دی ہے۔ پلوامہ کی رہنے والی غزالہ بتاتی ہیں کہ ''دہلی میں رہتے ہوئے مجھے ہر لمحہ اپنی فیملی کی فکر رہتی تھی، آخر کار میں نے اپنی کوچنگ کی قربانی دے کر گھر واپس لوٹنے کا فیصلہ کیا۔'' غزالہ کا کہنا ہے کہ اس نے دہلی کے اولڈ راجندر علاقے کے ایک کوچنگ سنٹر کو ایک لاکھ پچپن ہزار روپے کی فیس جمع کی تھی، حالانکہ میں نے صرف تین ہفتہ ہی کوچنگ لی، لیکن کوچنگ سنٹر نے میری پوری فیس واپس کرنے سے انکار کردیا۔'' اسی طرح عالیہ بھی سول سروس میں جانا چاہتی تھیں، پلوامہ کی ہی عالیہ کا کہنا ہے کوچنگ کو آدھے راستے میں چھوڑنے کا فیصلہ آسان نہیں تھا، کیونکہ اس سے ہماری سول سروس میں جانے کا امکان کم ہوتا ہے، لیکن کیا کرتے۔ عالیہ نے بتایا کہ ''بچپن سے ہی میرا خواب آئی اے ایس بننے کا تھا، لیکن اب یہ سب ناممکن نظر آرہا ہے۔ کلگام کے ذاکر احمد کی بھی ایسی ہی کہانی ہے۔ وہ پچھلے ۸ر مہینے سے دہلی میں رہ کر آئی اے ایس امتحان کی تیاری کررہے تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ ۵ر اگست کے بعد وہ ایک دن بھی پڑھائی پر فوکس نہیں کرپائے۔ بلال بتاتے ہیں کہ ''میں کئی دنوں تک لائبریری جا ہی نہیں پایا، ہر وقت ٹی وی پر الگ الگ نیوز چینلوں پر خبریں دیکھتا رہتا۔'' ذاکر نے تقریباً ایک مہینہ دہلی میں رک کر کمیونی کیشن سے پابندی ختم ہونے کا انتظار کیا اور آخر کار واپس آگئے۔ ایک اور آئی اے ایس کی تیاری کررہے طالب علم نے پہچان ظاہر نہ کرنے کی شرط پر کہا کہ اپنے گھر والوں کی خیر وخیریت جاننے کے لیے ۵ر اگست کے بعد وہ تین بار دہلی اور سری نگر آئے گئے ہیں۔ اس نامہ نگار نے دہلی میں کچھ کشمیری طلبہ سے فون پر بات کی۔ ان میں سے زیادہ تر کا کہنا تھا کہ انھوں نے گزشتہ تقریباً دو مہینے سے نہ تو کمرے کا کرایہ چکایا ہے اور نہ ہی بجلی پانی کا بل بھرا ہے۔ ایسے میں مکان مالک ان سے کمرہ خالی کرنے کو کہہ رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ''ہمارے گھر والے ہمیں پیسہ بھیج ہی نہیں پارہے ہیں، کیونکہ ۵ر اگست کے بعد سے کشمیر میں انٹرنیٹ بند ہے، ایسے میں ای - بینکنگ کیسے ہوگی۔'' (رپورٹ گلزار بھٹ)

اخبارِ جہاں

سید محمد عادل فریدی

یونان میں ویسٹ نائل بخار سے پچیس افراد کی موت

یونان میں اس برس کے آغاز سے اب تک ویسٹ نائل بخار سے پچیس افراد کی موت ہو چکی ہے اور ایک سو ستر افراد اس بیماری سے متاثر ہیں۔ یونانی نیشنل انسٹی ٹیوٹ فار ہیلتھ کیئر پروونس نے یہ بتایا کہ گزشتہ دو ہفتے میں ہی صرف دس افراد کی ویسٹ نائل بخار سے موت ہوئی ہے۔ واضح ہو کہ یہ بخار مچھروں کے کاٹنے سے ہوتا ہے۔ (یو این آئی)

سعودی تیل تنصیبات پر حملے کے بعد کویت میں سیکورٹی سخت

سعودی عرب کے ارامکو تیل کارخانوں پر ڈرون حملے کے بعد کویت نے اپنے تمام قومی بندرگاہوں کی سیکورٹی کو مزید سخت کر دیا ہے۔ یہ اطلاع میڈیا نے کویت بندرگاہ اتھارٹی کے حوالے سے دی ہے۔ کویت مسلح افواج کے جنرل اسٹاف نے کہا تھا کہ اس نے اپنے کئی فوجی یونٹوں کو الرٹ کر دیا ہے اور یہ قدم ملک کی سیکورٹی کو مضبوط کرنے کے لئے احتیاط کے طور پر اٹھایا جائے گا۔ (یو این آئی)

پاکستانی وفد سے کوئی بات چیت نہیں ہوگی: اکبر الدین

اقوام متحدہ میں ہندوستان کے مستقل نمائندہ سید اکبر الدین نے کہا ہے کہ نیویارک اور اقوام متحدہ کے اپنے دورے کے دوران وزیر اعظم نریندر مودی اعلیٰ سطحی میٹنگوں میں حصہ لیں گے اور پاکستانی وفد کے ساتھ کوئی بات چیت نہیں کی جائے گی۔ انہوں نے میڈیا کے پوچھے گئے سوالوں کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ اس معاملے کو اٹھا کر پاکستان کا معیار اور بھی نیچے گرتا جائے گا اور ہندوستان کے امیج میں اتنا ہی سدھار ہوگا۔
مسٹر اکبر الدین نے دہشت گردی کی مدد کرنے کیلئے پاکستان کی سخت نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ اب وہ جموں وکشمیر کے مسئلے پر اشتعال انگیز تقریروں پر توجہ دے رہے ہیں لیکن ہندوستان اس معاملے پر اپنے طریقے سے ردعمل کرے گا۔ انہوں نے کہا کہ اقوام متحدہ میں ہندوستان ماحولیاتی تبدیلی اور مسلسل ترقی جیسے اہم موضوعات پر توجہ دے گا۔ اور غیر ضروری مسائل میں خود کو گھسیٹنے سے بچائے گا۔ خیال رہے کہ ہندوستانی وزیر اعظم نریندر مودی اقوام متحدہ میں ۲۷ر ستمبر کو جنرل اسمبلی سے خطاب کریں گے اور اس کے بعد اسی دن پاکستانی وزیر اعظم عمران خان کی بھی تقریر ہوگی اس میں وہ کشمیر کے مسئلے کو اٹھا سکتے ہیں۔ (یو این آئی)

نسلی امتیاز کی وجہ سے امریکن ایرلائنز کی پرواز منسوخ کی گئی

امریکہ میں دو مسلمان مردوں عبد الرؤف اور عصام عبد اللہ نے یہ الزام عائد کیا ہے کہ انھیں جہاز پر اپنے شہر ڈیلاس جاتے ہوئے مذہبی اور نسلی منافرت کا سامنا کرنا پڑا۔ انھوں نے حکام سے تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ان کی پرواز اس لیے منسوخ کر دی گئی کیونکہ جہاز کا عملہ ان کے ساتھ سفر کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ عبد اللہ نے رپورٹرز سے بات کرتے ہوئے کہا ''یہ میری زندگی کا سب سے ذلت آمیز دن تھا۔'' ۱۴ر ستمبر کو دونوں افراد نے امریکن ایرلائنز کی اس پرواز کی بکنگ کرائی تھی جس نے برمنگھم سے اَلاباما اور پھر ڈیلاس پہنچنا تھا۔ دوسری طرف امریکن ایرلائنز نے اپنے بیان میں کہا کہ ''عملے کے ایک رکن اور مسافر کی جانب سے تشویش'' کے باعث پرواز منسوخ کر دی گئی، امریکن اور اس کے تمام علاقائی پارٹنر اس بات کے پابند ہیں کہ جہاز کے عملے اور مسافروں کی جانب سے سکیورٹی اور تحفظ سے متعلق شکایات کو سنجیدگی سے لیں۔'' (بی بی سی لندن)

بیٹی کی شادی کے دن باپ کی گھر کو دھماکے سے اڑا کر خودکشی

امریکہ کے شہر پنسلوانیا میں ایک باپ نے اپنی بیٹی کی شادی کے دن گھر کو دھماکے سے اُڑا دیا اور خود بھی آگ میں جھلس کر ہلاک ہو گیا۔ خوش قسمتی دھماکے کے وقت گھر میں کوئی نہیں تھا تاہم شادی کی تیاریاں جاری تھیں۔ پولیس چیف رابرٹ پین نے میڈیا کو بتایا کہ گھر کے ملبے سے ایک شخص کی لاش نکالی گئی، اس دن اس کی بیٹی کی شادی تھی اور تمام افراد تیاریوں کے سلسلے میں گھر سے باہر گئے ہوئے تھے۔ خودکشی کرنے والا شخص ذہنی امراض میں مبتلا تھا اور اس سے پہلے بھی پولیس کو شکایتیں موصول ہوتی رہی ہیں۔ (نیوز ایکسپریس پی کے)

سعودی تیل کی کہانی: خام تیل کی برآمد سے دنیا میں نمبر ۲ بننے تک

سعودی عرب میں پہلی مرتبہ تیل مارچ ۱۹۳۸ء میں ایک امریکی کمپنی کے اشتراک سے دمام آئل فیلڈ سے ۱۴۴۰ر میٹر کی گہرائی سے نکالا گیا۔ یہ امریکی کمپنی اسٹینڈرڈ آئل کمپنی آف کیلیفورنیا تھی۔ پہلے اس کا نام کیلیفورنیا عربین اسٹینڈرڈ آئل کمپنی رکھا گیا جو بعد میں عربین امیریکن آئل کمپنی (ARAMCO) بن گیا۔ سروے اور ڈرلنگ تو ۱۹۳۵ء سے ہی شروع ہو گئی تھی لیکن ۱۹۳۸ء میں دمام کے نمبر ۷ر آئل فیلڈ سے تیل کی پیداوار بھی شروع ہو گئی۔ ریکارڈ کے مطابق ۱۹۳۹ء میں پہلا ٹینکر تیل برآمد کرنے کے لیے نکلا اور یہاں سے ہی حقیقت میں سعودی عرب معاشی طور پر پروان چڑھنے لگا۔ بتا دیں کہ سب سے پہلے تیل چوتھی صدی میں چین میں ڈرل کیا گیا تھا۔ اس ڈرلنگ کے لیے کوئی مشین موجود نہیں تھی اس لیے ایسا لمبے لمبے بانسوں کی مدد سے کیا گیا اور کالے رنگ کا چکنے والا مادہ نکالا گیا جو بعد میں ایندھن کے طور پر استعمال ہوا۔
اس وقت تیل برآمد کرنے والے ممالک کی تنظیم اوپیک کے مطابق اس کے ممبران ممالک میں ۲۰۱۸ء کے اختتام تک کے اعداد و شمار کے مطابق سب سے زیادہ خام تیل کے ذخائر لاطینی امریکہ کے ملک وینیز ویلا کے پاس ہیں جبکہ دوسرا اور تیسرا نمبر بالترتیب سعودی عرب اور ایران کا ہے۔ وینیز ویلا کے پاس 302.81 بلین بیرل تیل کے ذخائر ہیں جبکہ سعودی عرب کے پاس یہ ذخائر 267.03 بلین بیرل ہیں۔ ایران 155.60 بلین بیرل کے ساتھ تیسرے اور عراق 145.02 بلین بیرل کے ساتھ چوتھے نمبر پر ہے۔ (بی بی سی لندن)

تعلیم، روزگار و سیاست

حکومت کا سرحدوں کی تاریخ لکھوانے کا فیصلہ

جموں وکشمیر کے ایک حصہ کو پاکستان کے قبضے سے چھڑانے کے عزم کے درمیان مرکزی حکومت نے لوگوں میں حب الوطنی کا جذبہ پیدا کرنے اور انہیں سرحدوں اور سرحدی علاقوں میں رہنے والے لوگوں سے روبرو کرانے کے لیے سرحدوں کی تاریخ لکھوانے کا فیصلہ کیا ہے۔ وزارت دفاع نے بتایا کہ وزیر دفاع راج ناتھ سنگھ نے تاریخی تحقیق کی ہندوستانی کاؤنسل کی اہم ہستیوں اور نہرو میموریل میوزیم اینڈ لائبریری، آرکائیو ڈائرکٹر جنرل، وزارت داخلہ، وزارت خارجہ اور وزارت دفاع کے افسران کے ساتھ غور و خوض کرنے کے بعد اس سلسلہ میں ہدایات جاری کی ہیں۔ اپنی طرح کے اس انوکھے منصوبے میں سرحدوں کے مختلف پہلوؤں کو توجہ میں رکھتے ہوئے سرحدوں کی تاریخ کا ذکر کیا جائے گا۔ ان میں سرحدوں کے بننے بگڑنے، تعیین، لوگوں کو دوسرے مقامات پر بھیجے جانے، سلامتی دستوں کے کردار کا تفصیلی ذکر کیا جائے گا۔ ساتھ ہی سرحدی علاقوں کا رول اور ان کی قبائلی ثقافت اور ان کی زندگی کے سماجی، اقتصادی پہلو جیسے موضوع پر خاص طور پر شامل کیے جائیں گے۔ اس منصوبے کو دو برسوں میں پورا ہونے کا امکان ہے۔ وزیر دفاع نے ہندوستانی سرحدوں کی تاریخ لکھنے کو اہم بتاتے ہوئے کہا کہ اس سے عام لوگوں کی سرحدوں کے بارے میں سمجھ بڑھے گی، اور افسروں کو اس سے خاص مدد ملے گی، انہوں نے میٹنگ میں دیے گئے مشوروں کی ستائش کی اور افسروں کو ہدایت دی کہ وہ ان منصوبے کو وقت سے پورا کرنے کے لیے ضروری ذرائع، مواد، اس کے ہر پہلو، طریقوں اور کام کے منصوبے پر ماہرین کے ساتھ غور و خوض کر لیں۔ (بحوالہ روزنامہ انقلاب)

فاروق عبد اللہ کو دو سال تک حراست میں رکھنے کا ارادہ نہیں: امت شاہ

وزیر داخلہ امت شاہ نے کہا ہے کہ نیشنل کانفرنس کے رہنما، رکن پارلیامنٹ اور جموں وکشمیر کے سابق وزیر اعلیٰ فاروق عبد اللہ کو پبلک سیفٹی قانون (پی ایس اے) کے تحت ۲ر سال تک دو سال تک حراست میں رکھنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ فاروق عبد اللہ کو دو سال تک نظر بند رکھنے کی بات کسی نے نہیں کہی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ کشمیر میں دہشت گردی پاکستان کی وجہ سے آئی اور پروان چڑھی، یہ بات ساری دنیا مان رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ کشمیر چند خاندانوں سے نہیں بلکہ ۴۰ر ہزار پنچوں اور سرپنچوں سے چلے گا۔ ایک نیوز چینل کے خصوصی پروگرام کے دوران پوچھے گئے سوال پر امت شاہ نے کہا کہ فاروق عبد اللہ کو سیکورٹی قانون کے تحت نظر بند کیا گیا ہے، دراصل حکومت نے پیر کو جب سپریم کورٹ کو بتایا کہ این سی کے لیڈر فاروق عبد اللہ کو پی ایس اے کے تحت حراست میں لیا گیا ہے تو میڈیا میں خدشہ ظاہر کیا جانے لگا کہ انہیں ۲ر سالوں تک حراست میں رکھا جا سکتا ہے، کیوں کہ قانون اس کی اجازت دیتا ہے۔ لیکن امت شاہ نے واضح کیا کہ فاروق عبد اللہ کو اتنی مدت تک حراست میں رکھنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ (بحوالہ روزنامہ انقلاب)

گرفتار لیڈروں کو ۱۸ر مہینوں کے اندر رہا کریں گے: جتندر سنگھ

گرفتار کیے گئے کشمیری لیڈروں کی رہائی کے سوال پر مرکزی وزیر مملکت ڈاکٹر جتندر سنگھ نے کہا ہے کہ ان سبھی لوگوں کو اٹھارہ مہینوں کے اندر رہا کر دیا جائے گا، جموں وکشمیر میں آرٹیکل ۳۷۰ر کے خاتمے کے بعد سے کسی بھی ناخوشگوار واقعہ سے بچنے کے لیے کئی کشمیری لیڈروں اور مقامی لوگوں کو گرفتار کیا گیا تھا۔ دراصل مرکزی وزیر مملکت نے جموں وکشمیر کے لیڈروں کو رہا کرنے کے بیان کے ذریعہ ۱۹۷۵ء میں نافذ ہوئی ایمرجنسی کی طرف اشارہ کیا تھا، جب اپوزیشن کے لیڈروں کو جیل میں ڈال دیا گیا تھا، جموں وکشمیر سے گرفتار کیے گئے لیڈروں کے تعلق سے پہلی مرتبہ کسی مرکزی وزیر نے بیان دیا ہے۔ (بحوالہ روزنامہ انقلاب)

جنرل اور اسپیشلسٹ میڈیکل افسر کے ۶۴۳۷ر عہدوں پر ہوں گی بحالیاں

بہار ٹیکنیکل سروس کمیشن (BTSC) پٹنہ کے ذریعہ شائع شدہ اشتہار کے مطابق محکمہ صحت حکومت بہار میں ۲۴۲۵ر میڈیکل افسران اور ۴۰۱۲ر عہدے پر اسپیشلسٹ میڈکل افسران کی بحالی ہوگی۔ کل ۶۴۳۷ر خالی عہدوں پر بحالی کے لیے جنرل ایڈمنسٹریشن ڈپارٹمنٹ کے توسط سے موصول نوٹیفکیشن کی روشنی میں اہل امیدواروں سے آن لائن درخواستیں طلب کی گئی ہیں۔ آن لائن فارم بھرنے کی تاریخ ۱۸ر ستمبر ۲۰۱۹ء سے ۱۸ر اکتوبر ۲۰۱۹ء تک ہے۔ امیدواروں کی کم از کم عمر ۲۱ر اور زیادہ سے زیادہ ۳۷ر سال ہونی چاہئے۔ درخواست کی فیس جنرل اور او بی سی سے ۲۰۰ر روپئے اور ایس سی ایس ٹی سے پچاس روپئے ہے۔ مزید معلومات کے لیے آفیشیل ویب سائٹ http://pariksha.nic.in یا http://www.btsc.bih.nic.in/ سے رابطہ کریں۔

وسطانیہ، فوقانیہ اور مولوی ۲۰۲۰ء کے امتحان فارم بھرنے کی کارروائی جاری

تمام ملحقہ مدارس کے پرنسپل/صدر مدرس/طلبہ وطالبات اور گارجین حضرات کو بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ کی جانب سے اطلاع دی گئی ہے کہ درجہ وسطانیہ، فوقانیہ اور مولوی امتحان ۲۰۲۰ء کے لیے آن لائن فارم بھرنے کی کارروائی جاری ہے، مدارس کے پرنسپل/صدر مدرس کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ طلبہ وطالبات کا فارم اپنی موجودگی میں ۱۵ر اکتوبر ۲۰۱۹ء تک بھرانا یقینی بنائیں، نیز پرائیوٹ امیدواروں کا پرمیشن فارم مورخہ ۳۰ر ستمبر ۲۰۱۹ء تک جمع کر دیں اور اجازت نامہ مدرسہ بورڈ کے مرکزی دفتر یا پورنیہ کے علاقائی دفتر سے ۱۵ر اکتوبر ۲۰۱۹ء تک لازمی طور پر حاصل کر لیں۔ فارم مدرسہ بورڈ کے آفیشیل ویب سائٹ www.bsmeb.org پر لاگ ان کر کے اس پر موجود لنک Register New Candidate For Examination 2020 پر کلک کریں اور ہدایت کے مطابق اپنا فارم پر کر کے آن لائن فیس ادا کریں۔ مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ سے رابطہ کریں۔

طب وسائنس

بواسیر: وجوہات، علامات، علاج

ڈاکٹر سیّد حفیظ الرّحمٰن

بواسیر ایک ایسا مرض ہے جو بلالحاظِ مذہب وملت، رنگ ونسل، عمر وجنس دنیا کے ہر خطے میں پایا جاتا ہے۔اسے انگریزی میں پائلز (Piles)، اردو، فارسی میں بواسیر، میڈیکل کی اصطلاح میں Hemorrhoids کہتے ہیں۔

بواسیر کیا ھے ؟

مقعد میں پھیلے ہوئے شریانوں اور وریدوں کی مقامی سوزش، ورم، خراش سوجن, اورزخم کی حالت کوعرف عام میں بواسیر کہتے ہیں۔

مقعد کے اوپر والے حصے (Rectum) کے اندرخاص قسم کے بے حس خلیات کی ایک دبیز تہہ چڑھی ہوتی ہے جب کہ مقعد کا نچلے والا حصہ (Anus) عام جلد پر مشتمل ہوتا ہے اوراس میں درد محسوس کرنے والے خلیے ہوتے ہیں، مقعد کی اندرونی جھلیوں یا مقعد میں خون کی ان نالیوں میں مسلسل دباؤ، خراش اوررگڑ کے باعث سوزشی اورورمی حالت پیدا ہو جاتی ہے اور وریدیں پچھوں کی شکل میں پھول کر سطح پر ابھر آتی ہیں۔

بعض اوقات یہ وریدی سوزش، ورم اورسوجن مقعد کے صرف اندرونی حصے میں ہوتی ہے، کبھی صرف مقعد کے منہ کے قریب، تو کبھی دونوں مقامات پر موجود ہوتی ہے۔بسا اوقات قضائے حاجت کے وقت فضلے کے دباؤ اوررگڑ سے یہ متاثرہ وریدیں پھٹ جاتی ہیں تو ان میں سے خون بہنے لگتا ہے۔

اگر مقعد میں موجود کوئی شریان پھٹ جائے تو سرخ چمکدار خون تیزی سے بہتا ہے، جبکہ وریدی خون سیاہی مائل اورسست رفتار ہوتا ہے۔اگر یہ وریدی سوزش، ورم اورسوجن صرف مقعد کے اندرونی حصے میں ہو تو بلا درد خون بہتا ہے اسے اندرونی بواسیر کہتے ہیں۔جبکہ مقعد کے منہ کے قریب وریدوں میں ورم، اور سوجن کو بیرونی بواسیر کہتے ہیں، بیرونی بواسیر کی حالت میں شدید درد اور جلن پائی جاتی ہے۔ان ہر دو متاثرہ مقامات پر سطحی خلیات استر وجلد ابھر کر گومڑیوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں جنہیں عرف عام میں موکے یا مسے کہتے ہیں۔بسا اوقات بواسیر کے مریضوں میں مقعد پر متاثرہ جگہ سوج کر رسولی نما گلٹی کی شکل اختیار کر لیتی ہے اس حالت کو (thrombosed hemorrhoid) کہتے ہیں۔جس میں شدید درد، جلن خارش ہوتی ہے، اسکی وجہ ورید میں تھکا بن جانا ہوتا ہے۔

بواسیر کی کیفیت کے لحاظ سے بھی دو اقسام بیان کی جاتی ہیں:

بواسیر خونی اور بواسیر بادی:

پہلی قسم میں خون آتا ہے جبکہ ثانی الذکر میں خون نہیں آتا، جبکہ باقی علامات ایک جیسی ہوتی ہے۔

علامات

مقعد میں خارش، رطوبت اور درد کا ہونا، اجابت کا شدید قبض سے آنا، رفع حاجت کے دوران یا بعد میں خون کا رسنا، پھولی ہوئی وریدوں کے گچھوں کا رفع حاجت کے وقت دباؤ سے باہر نکل آنا اور مقعد پر موہکوں کا نمایاں ہونا اس مقامی تکلیف کے ساتھ بھوک کا نہ لگنا، قوتِ ہاضمہ سست ہوجانے کے باعث تبخیر، تیزابیت اور گیس کی شکایت۔غذا کے ہضم نہ ہونے اور پاخانہ کھل کر نہ آنے کی وجہ سے اپھارہ اور پیٹ کا پھولا پھولا رہنا۔منہ سے بدبو آنا۔چہرے کی رنگت زرد اور جسمانی کمزوری۔اعضاء میں تھکن کا احساس، جوڑوں اور کمر میں درد، نیند میں کمی اور مزاج میں چڑ چڑاپن نمایاں علامات ہیں۔

بواسیر کے اسباب :

عموما یہ مرض موروثی ہوتا ہے۔قدیم طب میں قبض کو "ام الامراض" کا نام دیا گیا ہے۔اس بات میں کتنی حقیقت ہے یہ ایک الگ موضوع ہے لیکن اس بات میں کوئی شک نہیں کہ طویل مدت تک قبض یا دائمی قبض بواسیر کی ایک اہم ترین وجہ ہے، اجابت کا زور لگانے سے خارج ہونا، موٹاپا، گرم اشیاء مصالحہ جات کا بکثرت استعمال،، غذا میں فائبر (ریشہ) کی کمی سے بھی اجابت کی سختی اور مشکل اخراج کے باعث مقعد میں دباؤ بڑھ کر وریدوں میں سوزش پیدا ہو جاتی ہے۔وہ لوگ جو دن بھر بیٹھنے کا کام کرتے ہیں اور قبض کا شکار ہو جاتے ہیں وہ بھی عموماً بواسیر کے مرض میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔قبض کشا ادویات کا بکثرت استعمال۔

بواسیر ان لوگوں میں بھی ایک عام شکایت ہے جو وقت بے وقت اور بے تحاشا کھاتے رہتے ہیں یا ایسے افراد جو آنتوں کی بیماریوں میں مبتلا ہوکر اسہال یا قبض کے شکار ہوتے ہیں۔

مزید براں بڑھاپا، ذہنی دباؤ، ڈپریشن، جگر کی بیماریاں، ذیابیطس کے مریضوں میں بھی بواسیر میں مبتلا ہونے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔

تشخیص، علاج و پرھیز

سب سے پہلے تو مقعد کا اندرونی اور بیرونی معائنہ کریں اور مندرجہ بالا علامات پائے جانے پر پرہیز کریں، بواسیر میں پرہیز وغذا کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔اس لیے سب سے پہلے تو کھانے پینے کے معمولات کو درست کرنا ضروری ہے۔

کھانا وقت پر مناسب مقدار میں کھائیں اور اپنی غذا میں ریشہ دار اشیاء کا استعمال کریں، علاج کا مقصد اور ہدف صرف یہ ہے کہ حاجتِ بشری کے وقت فضلہ بالکل نرم ہو تا کہ آسانی سے خارج ہو سکے۔روزانہ آٹھ دس گلاس پانی پینا لازمی سمجھیں۔اپنی غذا میں وافر مقدار میں تازہ سبزیاں، میوہ جات، ڈرائی فروٹ شامل کریں تاکہ وافر مقدار میں ریشہ ملے اور قبض کی شکایت دور ہوجائے۔بڑے جانور کا گوشت، پلاؤ، انڈا، مچھلی، مرغ اور کڑاہی گوشت مصالحہ جات اور تلی ہوئی اشیاء سے مکمل احتیاط کریں۔

جو مریض آنتوں کی بیماری (آئی بی ایس) میں مبتلا ہوں ان کے لئے حل ہونے والا ریشہ (دَلیا، بھورے چاول)، حل نہ ہونے والا ریشہ (گندم، جوار کی روٹی، سالم اناج، خشک میوہ جات، بیج) بہتر ہے۔جن مریضوں کو آنتوں کی کسی بیماری کے ساتھ بواسیر بھی ہو، انہیں اپنی غذا کے لئے کسی ماہر معالج سے مشورہ کرنا چاہئے۔ہلکی پھلکی ورزش کو معمول بنائیں۔

ہومیو پیتھک کی زود اثر ادویات چند یوم میں بواسیر کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتی ہیں۔بواسیری مسوں کو جلانے یا آپریشن جیسی تکلیف دہ صورتحال سے بچاتی ہیں۔

ھفتۂ رفتہ **راشد العزیری ندوی**

جامعہ رحمانی مونگیر: مختلف مسابقوں میں کامیاب ۱۰۹؍طلبہ میں تقسیم انعامات

جامعہ رحمانی مونگیر میں انجمن نادیۃ الادب کے تحت ہونے والے مختلف مقابلوں اور کوئز میں کامیابی حاصل کرنے والے طلبہ کو ۱۲؍ستمبر روز جمعرات بعد نماز مغرب انعامات سے نوازا گیا، یہ انعام نقد اور کتابوں کی شکل میں تھا، انعام مشہور سماجی خدمت گار جناب مکھیا کمال حسن صاحب (بردہ) اور بی آر ایم کالج کے شعبہ سائنس کے سابق ڈین پروفیسر منصور نیازی صاحب کے ہاتھوں تقسیم کیا گیا، طلبہ کو یہ انعام تقریر، تحریر (مضمون لکھنے میں) قرآن کوئز، سیرت کوئز، بیت بازی، اذان، نعت، مسابقہ حفظ قرآن کریم اور خوشخطی جیسے مسابقوں میں کامیابی پر دیا گیا، ان انعامات پر جامعہ رحمانی کا تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپئے کا صرفہ ہے، اس سال ۱۰۹؍طلبہ نے انعام حاصل کیا۔یاد رہے جامعہ رحمانی میں متعدد قسم کے مسابقے ہوتے ہیں، جو سخت اور مشکل ہوتے ہیں، تاکہ طلبہ میں زیادہ صلاحیت پیدا ہو سکے، اس قسم کا ایک مسابقہ تقریر کا ارتجالی مسابقہ ہے، جس میں تقریر کرنیوالوں کو اپنے موضوع پر روشنی ڈالنے کے لیے صرف دو منٹ کا وقت دیا جاتا ہے۔تقسیم انعام کے موقعہ پر طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے جناب مکھیا کمال حسن صاحب نے کہا کہ ملت کی آپ ہی شان ہیں اور آپ ہی جان ہیں، آپ مضبوط صلاحیت کے حامل بنیں، ہم لوگوں کی یہی خواہش ہے، حضرت امیر شریعت مفکر اسلام مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم کا سایہ آپ لوگوں کو ملا ہے، اس سایہ سے جو نہ مستفید ہو سکا وہ واقعی محروم القسمت ہوگا، جناب پروفیسر منصور نیازی صاحب نے کہا کہ جو علم آپ حاصل کررہے ہیں وہ روح کی حیثیت رکھتا ہے، آپ کی دنیا بھی کامیاب ہے، اور آخرت بھی، آپ یہاں سے فارغ ہوکر دنیاوی علم بھی حاصل کرنا چاہیں گے، تو دوسروں سے بہتر کریں گے، آپ مؤثر بنئے، آپ کے پاس دنیاوالوں کو دینے کے لیے بہت کچھ ہے، ہم لوگ آپ سے سبق لیں گے، جامعہ ازہر مصر سے آئے استاذ عبدالحمید شاذلی نے کہا کہ تقوی اختیار کیجئے، علم اپنے جاہ وجلال کے ساتھ بغیر اس کے نہیں آئے گا، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تقوی پر علم کے حصول کو منحصر بتایا ہے، صدر انجمن جناب مولانا محمد نعیم صاحب رحمانی نے کامیاب طلبہ کو مبارکباد دی اور مستقبل میں ان سے بہتر صلاحیت پیدا کرنے کی امید ظاہر کی، اور تمام طلبہ سے انجمن کے پروگراموں میں جم کر حصہ لینے کی ترغیب دی، مہمان کے سامنے انجمن نادیۃ الادب کی سرگرمیوں کو جامعہ رحمانی کے ناظم تعلیمات جناب مولانا محمد خالد صاحب نے بیان کیا، جبکہ اعلی ناظم تعلیمات جناب مولانا عبدالدیان رحمانی صاحب کی نصیحت اور دعاء پر تقسیم انعام پروگرام کا خاتمہ ہوا۔

کشمیر سے ۳۷۰ کا خاتمہ

جناب محمد عرفان الحق سکریٹری امارت شرعیہ راورکیلا اڈیشہ نے ایک اخباری بیان میں کہا ہے کہ جیسا کہ معلوم ہے کہ مرکزی حکومت نے کشمیر سے دفعہ ۳۷۰ کو ختم کردیا، حکومت کا دعویٰ ہے کہ اس سے کشمیریوں میں ترقی اور خوشحالی آئے گی، اگر واقعی ایسا عمل نقشہ ہوتا ہے تو قابل تحسین ہے، البتہ حکومت کے اس اقدام سے جو حالات پیدا ہورہے ہیں اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کشمیر سے نہیں بلکہ مسلمانوں سے ۳۷۰؍ہٹایا گیا ہے، بلا شبہ کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت ہے شاید اسی لیے موجودہ حکومت کے تمام شہروں میں قائم اداروں میں جشن کا ماحول ہے، میڈیا نے کچھ اس طرح سے مہم چلایا کہ ملک کے عام لوگوں کے درمیان موضوع بحث ہے، حالانکہ ایسا کچھ نہیں ہے، سچ تو یہ ہے کہ عوام کو اس قانون سے پوری واقفیت بھی نہیں ہے، ۳۷۰؍اور ۳۵؍اے کے ہٹانے میں قانون داں اور ماہرین کے علاوہ کچھ سیاسی پارٹیوں نے بھی اس کے نفاذ کو غیر اصولی بتلایا ہے، بہر حال یہ اچھی طرح سے جان لینا چاہیے کہ یہ معاملہ ملک کی ترقی، یکجہتی اور استحکام کا ہے تو ہم ملک کی تمام ترقی اور استحکام کے ہمیشہ ساتھ رہے ہیں، ہم بھی اس کے لئے خیر خواہ ہیں، ہم یہ بھی امید رکھتے ہیں کہ حکومت جلد از جلد حق وانصاف پر مبنی قوانین پر عمل کرے گی، تاکہ کشمیر سے کنیا کماری تک بھارت ایک رہے کا نعرہ صحیح ثابت ہو، اور ملک کے تمام باشندوں کو اس طرح کا احساس ہو کہ حکومت سب کا ساتھ سب کا وکاس کے وعدے پر عمل پیرا ہے۔

جناب حاجی نسیم احمد صدیقی کے صاحبزادے اعجاز احمد کا انتقال

راورکیلا اڈیشہ کے کارکن مولانا عتیق الرحمٰن قاسمی کی اطلاع کے مطابق جناب حاجی نسیم احمد صدیقی نقیب امارت شرعیہ کے منجھلے صاحبزادے اعجاز احمد عرف (باکسر) مورخہ ۱۶؍جولائی ۲۰۱۹ء کو کلینگا ہوسپٹل بھونیشور میں انتقال ہوگیا، مرحوم نہایت ہی منکسر المزاج ملنسار اور ملی خدمات میں سرگرم رہتے تھے اور صوم وصلوٰۃ کے نہایت پابند تھے، امارت شرعیہ اوراس کے اکابر سے والہانہ محبت رکھتے تھے، بلکہ پورا گھرانہ ہی امارت شرعیہ سے جڑا ہوا ہے، یہ راورکیلا اسٹیل پلانٹ میں سروس بھی کرتے تھے، پسماندگان میں دو لڑکا اور ایک لڑکی، اہلیہ والدین کو چھوڑا، قارئین نقیب سے درخواست ہے کہ دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالی پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے، اور مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے نیز اللہ مرحوم کے درجات کو بلند کرے۔

بقیات

بقیہ تاریخ کو جانیے .... جہاں تک مسلمانوں سے لڑنے کی بات ہے، ان کی طرف سے یہ لڑائی پہلے سے زیادہ مضبوطی سے لڑی جارہی ہے، اور کوئی ایسا موقع وہ ضائع نہیں کررہے ہیں، جس کے ذریعہ وہ مسلمانوں کو نقصان پہونچاسکیں، یہ لڑائی سیاسی اور سماجی دونوں میدان میں لڑی جارہی ہے، پارلیامنٹ میں تین طلاق کا مسئلہ ہو یا شہریت کا، کوشش یہی ہے کہ مسلمانوں کو نفسیاتی طور پر کمزور کردیا جائے، وہ پاکستان اور بنگلہ دیش تو مسلمانوں کو نہیں بھیج سکتے، لیکن وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان اس خوف میں زندگی گذاریں کہ ایسا کچھ بھی ہوسکتا ہے، کشمیر میں دفعہ ۳۷۰ کی منسوخی دراصل یہی پیغام دینے کے لیے ہے ہم کچھ بھی کرسکتے ہیں۔ پچاسی سے زائد سالوں کے بعد آر ایس ایس نے مختلف میدانوں میں اپنے پاؤں اس قدر مضبوطی سے جمالیے ہیں کہ حکومت اس کے اشاروں پر گردش کرتی ہے، اور اس کے تھنک ٹینک نظریہ ساز ادارے اپنے نظریات کی تنفیذ میں پوری طرح کامیاب ہیں، ہمارا ماننا ہے کہ جس طرح گاندھی کو قتل کرکے گاندھی ازم کو ختم نہیں کیا جاسکا، ویسے ہی مسلمانوں کو ہراساں اور پریشان کرکے کچھ حاصل نہیں ہوگا، کیوں کہ یہ اللہ پر یقین رکھنے والی قوم ہے، اسے یقین ہے کہ حیات وموت، ترقی وتنزلی، عزت وذلت کے فیصلے زمین پر نہیں آسمانوں پر ہوتے ہیں، اور آسمان والا اس امت کو جو خیر امت اور وسط امت ہے یک وتنہا نہیں چھوڑے گا، ان شاء اللہ۔

بقیہ حضرت مولانا جمال احمد صاحب میرٹھی .... مولانا بلندشہر سے نقل مکانی کرکے میرٹھ میں سکونت اختیار کرلی تھی اس لیے کوئی انہیں بلندشہری کوئی میرٹھی اور جو حقیقت حال سے واقف تھے وہ بلندشہری ثم میرٹھی کہا کرتے تھے، کسی کو مغالطہ نہ ہو اس لیے یہ وضاحت کرنا ضروری معلوم ہوا۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو جن میں ان کے حقیقی وارثین اور پوری دنیا میں پھیلے ان کے شاگرد بھی ہیں ان کو صبر عطا فرمائے، دراصل جتنے لوگ ان کے علوم سے مستفیض ہوئے وہ سب ان کے لیے صدقہ جاریہ ہیں، اور صدقہ جاریہ کا ثواب مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے، یہ ایسا اکاؤنٹ ہے جو کبھی بند نہیں ہوتا، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

بقیہ غبارِ دل .... ''غبارِ دل'' میں شامل ''مسرت کے اداریے'' کس اہمیت کے حامل ہیں اس کو جاننے اور سمجھنے کے لیے مصنف نے اردو میں اداریہ نویسی شکیل حسن شمسی ''اداریہ نویسی اور میرے اداریے'' ڈاکٹر ابرار رحمانی اور ''اداریہ نویسی اور اس کے تقاضے'' شہباز حسن کے عنوان سے قیمتی مقالے شروع میں شامل کیے ہیں، گویا آئینہ رکھ دیا ہے، ہم اس آئینے میں ہفتہ وار مسرت کے اداریوں کے حسن وقبح کو دیکھ کر پرکھ سکتے ہیں، مصنف اور مؤلف کا کام موضوع کے لیے آئینہ اور پیمانہ فراہم کرنے کا نہیں ہوتا، یہ تو ناقدین کا کام ہے کہ وہ جانچ پرکھ کر اس کا معیار متعین کریں، لیکن غوثی صاحب کو اپنی تحریروں پر اعتماد ہے اس لیے وہ آئینہ سامنے رکھنے سے نہیں گھبراتے اور اداریوں کے بھیڑ میں بھی وہ معیار کے اعتبار سے بڑی حد تک تنہا نظر آتے ہیں۔

سات سو چھیاسٹھ صفحات پر مشتمل اس کتاب کو تہذیب انٹر پرائزز K.96 گراؤنڈ فلور ابوالفضل انکلیو نے شائع کیا ہے، کتاب ضخیم ہے، کاغذ دو قسم کا لگا ہوا ہے، ایک بہت سفید اور ایک اس سے کم، ایک کتاب میں ایک ہی طرح کا کاغذ لگتا ہے، تو خوبصورتی بڑھ جاتی ہے، مجھے نہیں معلوم کہ ناشر کی کیا مجبوری تھی کہ اس نے اعلیٰ اور ادنیٰ کوالیٹی کے کاغذ لگانے کو پسند کیا، اتنی ضخیم کتاب کو ہارڈ بائنڈنگ اور ڈبل کور کے ساتھ مارکیٹ میں لایا جاتا تو اس کی خوبصورتی قاری کو اپنی طرف متوجہ کرتی، گو اس میں صرفہ بڑھ جاتا، لیکن کتاب کے ظاہری پیرہن سے لوگوں کے قلوب اس کتاب کے حصول کے لیے کھینچتے یعنی ایک خاص کشش پیدا ہوجاتی، مجھے معلوم ہے کہ یہاں بھی مالی تنگی نے رکاوٹیں کھڑی کی ہوں گی، کتاب کا پروف محنت سے کیا گیا ہے، اس لیے اغلاط نہیں کے برابر ہیں، ٹائٹل کے ڈیزائن کو اور خوبصورت بنانے کے لیے ڈیزائنر کو تھوڑی محنت اور کرنی تھی، دل کی تصویر کے ساتھ غبار کا ہالہ اور اس ہالے کے بیچ میں غبارِ دل لکھا ہوتا تو ظاہری خوبصورتی بھی پیدا ہوجاتی اور معنوی طور پر بھی بات آگے بڑھ جاتی۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے ''غبار خاطر'' نے غبار جیسے بے قیمت چیز کو کافی وقعت دی ہے، ''غبارِ دل'' نام کی حد تک اسی کا ترجمہ ہے۔ اگر آپ دہلی میں ہیں تو مکتبہ جامعہ اردو بازار جامع مسجد سے اور بہار میں رہتے ہوں تو بک امپوریم، رحمانیہ ہوٹل سبزی باغ پٹنہ سے چار سو روپے دے کر حاصل کرسکتے ہیں، ملنے کے پتے اور بھی ہیں، لیکن جہاں سے حصول آسان ہے اس کا نام درج کردیا گیا ہے۔

بقیہ راستے کا حق .... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ کے حق کا خیال نہ رکھنے والوں کے جہاد جیسی عظیم عبادت کو رائیگاں قرار دیا ہے، تو پھر بعض مصلیوں کی یہ حرکت کیا ان کی نمازوں پر سوالیہ نشان نہیں لگادیتی ہے؟ لہٰذا مساجد کے سامنے راستہ پر اصلا گاڑی پارک ہی نہیں کی جانی چاہیے، اور اگر اس کے بغیر چارہ نہ ہو تو کوشش کرنی چاہیے کہ گاڑی بالکل کنارے پارک کریں؛ تاکہ راستہ نہ تنگ ہو، نہ بند ہو اور گذرنے والے آسانی سے گذریں۔

راستہ کے معاملہ میں اس کا مامون ومحفوظ ہونا بھی اہم ہے؛ تاکہ لوگ وہاں سے بےخوف وخطر گذرسکیں، اسلام نے اسے بڑی اہمیت دی ہے؛ اسی لیے ایسے لوگ جو راہ گیروں پر حملہ کرکے ان کا مال واسباب لوٹ لیتے ہیں یا انھیں قتل کردیتے ہیں اللہ نے قرآن میں ان کے لیے انتہائی سخت سزا تجویز کی ہے اور اسے اللہ ورسول کے ساتھ جنگ قرار دیا ہے۔

جو لوگ زمین میں فساد و پھیلا کر اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں، ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کردیے جائیں یا انھیں صولی دے دی جائے، یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پیر کاٹے جائیں یا پھر انھیں ملک بدر کردیا جائے۔ (المائدہ ۳۳)

اس سخت سزا کا مقصد یہی ہے کہ راستے مامون ومحفوظ ہوں اور لوگ بےخوف وخطر اس سے استفادہ کرسکیں؛ اس لیے راستہ پر ایسا کوئی بھی عمل جس کی وجہ سے راہ گیروں کا جان ومال خطرہ میں پڑے جرم تصور کیا جائے گا، لہٰذ اٹریفک قوانین کی پاسداری شرعا ضروری ہوگی؛ اس لیے کہ اس کا مقصد راستہ کو ہر ایک کے لیے مامون ومحفوظ بنانا ہے، لہٰذا ٹریفک قوانین کی خلاف وزی یا راستوں پر کوئی ایسی حرکت جو راہگیروں کے لیے خطرہ یا پریشانی کا باعث بنے جیسے بہت تیز گاڑی چلانا، سڑک پر ریس لگانا، خطرناک طریقہ سے اُورٹیک کرنا، بلاضرورت تیز ہارن بجانا، ریڈسگنل کراس کرنا نہ صرف قانونا؛ بلکہ شرعی اعتبار سے بھی قابل مواخذہ جرم ہے۔

بقیہ کیا ہر اختلاف رائے ملک سے بغاوت ہے .... جسٹس دیپک گپتا نے کہا کہ ہمارا دستور اور ہمارے قومی علامتیں (National emblems) اتنی مضبوط ہیں کہ وہ اپنے کندھوں پر کھڑی ہو سکتی ہیں جس کے لئے بغاوت کے قانون کی کوئی ضرورت ہے ہی نہیں ہے۔ احترام و وقار اور شفقت والفت حاصل کرنے کے لئے اپنے کو اس کے لائق بنانا ہوتا ہے، وہ زور زبردستی سے نہیں ملتی ہیں۔ جسٹس گپتا کا کہنا ہے کہ بغاوت کے قانون کو معتدل کرنے کی ضرورت ہے، کم سے کم اتنا تو کرنا ہی ہوگا کہ ملزم کو گرفتار کرنے کا حق عدالت کے ہی پاس محفوظ رکھا جائے۔ انھوں نے وضاحت کی کہ عدلیہ بھی تنقید کے دائرہ سے باہر نہیں ہے، اگر جج لوگ ہر تنقید پر کاروائی کرنے لگیں، تو ان کے پاس اس کے علاوہ کچھ دیگر کام کرنے کے لئے وقت نہیں بچے گا۔ دراصل ججوں کو مشاہدہ باطن بھی کرتے رہنا چاہئے، جس سے انھیں اصلاح وافزائش کا موقع ملتا رہے۔ قوم پرستی کے بارے میں ٹیگور کے خیالات جداگانہ تھے، لیکن اس کے لئے ان پر ملک سے بغاوت کا الزام نہیں لگایا گیا۔

اعلان مفقود الخبری

● معاملہ ۳۱/۱۸ ۱۴۴۰ھ (متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ پھلوریہ ہاٹ کشن گنج) شبینہ بیگم بنت محمد کالوبخش مقام نئی بستی مشاہرہ ڈاکخانہ ٹیڑھا گاچھ ضلع کشن گنج۔ فریق اول۔ بنام۔ عبدالرشید ولد محمد تنوحسین مرحوم مقام کھاری بستی سملمنی ڈاکخانہ مدن پور ضلع ارریہ۔ فریق دوم۔ اطلاع بنام فریق دوم۔ معاملہ ہذا میں فریق اول شبینہ بیگم بنت محمد کالوبخش نے آپ فریق دوم عبدالرشید ولد محمد تنوحسین مرحوم کے خلاف عرصہ ۶؍سال سے غائب ولا پتہ ہونے اور اپنے تمام حقوق زوجیت سے محروم ہونے کی بنیاد پر دارالقضاء پھلوریہ ہاٹ کشن گنج میں نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں اپنی موجودگی کی اطلاع جلد از جلد مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت مورخہ ۲۴؍صفر المظفر ۴۱ھ مطابق ۲۴؍اکتوبر ۱۹ء بروز جمعرات کو آپ خود مع گواہان بوقت ۹؍بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

● معاملہ نمبر نمبر ۲۰/۹۹۶ ۱۴۴۰ھ (متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مادھو پاڑہ پورنیہ) نور بانو خاتون محمد شمشیر عالم مقام پھسیا رضی گنج وارڈ نمبر ۴؍ڈاکخانہ رانی پترا تھانہ مفصل رانی پترا ضلع پورنیہ۔ فریق اول۔ بنام۔ نواب شیخ ولد عزیز شیخ مقام محلّہ غازی نگر ڈاکخانہ مہادنگر تھانہ شمشیر گنج ضلع مرشدہ آباد (بنگال)۔ فریق ثانی۔ اطلاع بنام فریق ثانی۔ معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق ثانی کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ نزد مسجد رضوان مادھو پارہ پورنیہ میں دو سال قبل گھر سے غائب ہونے نیز نان ونفقہ و دیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کی درخواست کی ہے۔ لھذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں آئندہ تاریخ سماعت ۲۲؍صفر ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۲؍اکتوبر ۲۰۱۹ء روز منگل کو اپنے گواہوں کے ہمراہ دارالقضاء امارت شرعیہ نزد مسجد رضوان مادھو پارہ پورنیہ بوقت ۹؍بجے دن حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح کیا جاتا ہے کہ تاریخ مذکور پر عدم حاضری وعدم پیروی کی صورت میں معاملہ کا تصفیہ ہوسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

● معاملہ ۴۰/۱۰۱۶ ۱۴۴۰ھ (متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مادھو پاڑہ پورنیہ) رخسانہ خاتون بنت محمد یونس مقام پھسیا ڈاکخانہ پوکھریا تھانہ رانی پترا ضلع پورنیہ۔ فریق اول۔ بنام۔ محمد اختر ولد مقبول مقام پٹنیا جھیلی ڈاکخانہ مہراج پور تھانہ رانی پترا ضلع پورنیہ۔ فریق ثانی۔ اطلاع بنام فریق ثانی۔ معاملہ ھذا میں فریق اول نے آپ فریق ثانی کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ نزد مسجد رضوان مادھو پارہ پورنیہ میں دس گیارہ سال سے گھر سے غائب ہونے نیز نان ونفقہ ودیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کی درخواست کی ہے۔ لھذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں آئندہ تاریخ سماعت ۲۳؍صفر ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۳؍اکتوبر ۲۰۱۹ء روز بدھ کو اپنے گواہوں کے ساتھ دارالقضاء امارت شرعیہ نزد مسجد رضوان مادھو پارہ پورنیہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ تاریخ مذکور پر عدم حاضری وعدم پیروی کی صورت میں معاملہ کا تصفیہ ہوسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

● معاملہ ۶۲/۴۳۲ ۱۴۴۰ھ (متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ ڈہری اون سون رہتاس) حسن آراء بنت جہانگیر عالم، مقام لبونا، ڈاکخانہ ڈہرہ، تھانہ اوبرا، ضلع اورنگ آباد۔ فریق اول۔ بنام۔ محمد مہتاب عرف راجا ولد محمد سعید مرحوم، مقام داؤدنگر ڈاکخانہ حاجی پور، ضلع ویشالی۔ فریق دوم۔ اطلاع بنام فریق دوم۔ معاملہ ہذا میں فریق اول حسن آراء بنت جہانگیر عالم نے آپ فریق دوم محمد مہتاب عرف راجہ ولد محمد سعید مرحوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ جامعہ فلاح الدارین ڈہری اون سون ضلع رہتاس میں عرصہ ڈیڑھ سال سے غائب ولا پتہ ہونے اور دیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کو دیں، اور آئندہ تاریخ سماعت مورخہ ۲۲؍صفر المظفر ۴۱ھ مطابق ۲۲؍اکتوبر ۱۹ء بروز منگل آپ خود مع گواہان بوقت نو بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط قاضی شریعت۔

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

ضلع مدھے پور، سوپول اور سہرسہ میں ۲؍تا ۷؍نومبر خصوصی تربیتی اجلاس

برائے: نقباء ونائبین، علماء وائمہ، ذمہ داران مدارس، دانشوران وسماجی کارکنان

مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ العالی امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ امارت شرعیہ کے تنظیمی ڈھانچہ کو مستحکم اور مضبوط بنانے کے تعلق سے مسلسل فکرمند رہتے ہیں، آپ فرمایا کرتے ہیں کہ تنظیم امارت شرعیہ اور اس کے نقباء ونائبین نقباء نظام امارت شرعیہ کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ اس نظام کو زیادہ سے زیادہ فعال اور مستحکم بنایا جائے۔ چنانچہ حضرت والا کی فکرمندی کی وجہ سے ماہ نومبر ۲۰۱۸ء اور فروری۔ مارچ ۲۰۱۹ء میں ۶؍اضلاع میں خصوصی تربیتی اجلاس کا انعقاد عمل میں آیا، جس میں حضرت امیر شریعت مدظلہ العالی نے ہر ضلع میں ۲۔۲؍دنوں کا وقت دیا، اور دوروزہ خصوصی تربیتی اجلاس کی تمام نشستوں میں بنفس نفیس شریک رہے، ان اجلاس کی برکت سے ان اضلاع میں امارت شرعیہ کے تنظیمی نظام کو وسعت دینے کے ساتھ نقباء، نائبین نقباء، علماء، ائمہ مساجد، مدارس کے ذمہ داران، دانشوران اور سماجی کارکنان سے رابطے کو مضبوط بنایا گیا اور اس نظام کو مزید پائدار بنانے کے لیے بلاک کی سطح پر صدر اور سکریٹری کا انتخاب عمل میں آیا۔ نیز گاؤں، پنچایت، بلاک اور ضلع کو تنظیمی کڑی سے جوڑنے کی شکل پیدا ہوئی۔ اب حضرت امیر شریعت مدظلہ نے ضلع مدھے پورہ، سوپول اور سہرسہ کے لیے ۲؍تا ۷؍نومبر ۲۰۱۹ء کا وقت دیا ہے، ان شاء اللہ ۲۔۳؍نومبر ۲۰۱۹ء کو مدھے پورہ، ۴۔۵؍نومبر ۲۰۱۹ء کو سوپول اور ۶۔۷؍نومبر ۲۰۱۹ء کو سہرسہ میں خصوصی تربیتی اجلاس کا انعقاد ہوگا۔ جس کی تیاری کا عمل شروع کردیا گیا ہے۔ ان تینوں اضلاع کے نقباء، نائبین، مخلصین، علماء وائمہ مساجد، مدارس کے ذمہ داروں، دانشوروں، سماجی خدمت گاروں اور نوجوانوں سے اپیل ہے کہ اپنے اپنے ضلع کے اجلاس کو کامیاب اور بامقصد بنانے میں اپنا بھرپور تعاون دیں۔

ماب لنچنگ میں شہید زین الحق انصاری کے بیٹوں کو امارت شرعیہ سے پچاس ہزار کا چیک

مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی ہدایت پر نائب ناظم مفتی سہراب ندوی کی قیادت میں مورخہ ۷؍ستمبر کو امارت شرعیہ کا ایک وفد سیتامڑھی پہونچا، اور مقامی ذمہ داران کے ہمراہ سیتامڑھی میں ماب لنچنگ کے شکار ہوئے بھورہا گاؤں تھانہ ریگا کے باشندہ شہید زین الحق انصاری کے دونوں بیٹے محمد اخلاق انصاری ومحمد اشرف علی انصاری کو امارت شرعیہ کی طرف سے پچیس پچیس ہزار کا دو چیک دیا گیا، چیک جم غفیر کی موجودگی میں تنظیم امارت شرعیہ بلاک ڈمرا کے نائب صدر جناب صبیح احمد اور ریگا بلاک کے سکریٹری مولانا عمر ندوی صاحب ونائب صدر مولانا محمد اشتیاق عالم کے ہاتھوں سپرد کیا گیا۔ اس موقع پر موجود عوام سے خطاب کے دوران مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نے کہا کہ امارت شرعیہ بلاتفریق مسلک ومشرب کلمہ واحدہ کی بنیاد پر تمام مسلمانوں کی نمائندگی مضبوط انداز میں کرتی ہے اور یہ ایک دینی، ملی وفلاحی تنظیم ہے۔ انہوں نے کہا کہ کہیں بھی ملت پر کوئی پریشانی ومصیبت آتی ہے امارت شرعیہ ان کی مدد وراحت رسانی میں مصروف ہوجاتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ماب لنچنگ کے جتنے بھی واقعات رونما ہوئے اور اس بابت جو مقدمات درج ہوئے اس پر اب تک کیا پیش رفت ہوئی، کیا اقدامات کئے گئے اور مجرموں کے خلاف کیا کاروائی ہوئی اس کے لئے ایک ریٹائرڈ کمشنر کی قیادت میں حضرت امیر شریعت نے ایک ٹیم تشکیل فرمادی ہے جو ان مقدمات کا جائزہ لے رہے ہیں اور اس پر کیا کچھ کیا جاسکتا ہے اس سلسلہ میں مضبوط طریقہ پر پیش رفت کی جائے گی اور امارت شرعیہ متاثرہ خاندان کا تعاون بھی کرے گی۔ اس سے قبل امارت شرعیہ کے نائب ناظم مفتی محمد سہراب ندوی کی صدارت میں سیتامڑھی کے علماء، ائمہ ملی وسیاسی رہنماؤں کی ایک اہم میٹنگ شہر کے قلب میں واقع شپرا گارڈن میرج ہال میں ہوئی جس میں مفتی سہراب ندوی نے این آر سی ومردم شماری کے تمام نکات پر سیر حاصل گفتگو کی اور اس کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کیا اور اس سلسلے میں حضرت امیر شریعت مدظلہ کی طرف سے شائع شدہ ایک پمفلٹ بھی لوگوں کے درمیان تقسیم کیا گیا اور اس پمفلٹ کو پورے ضلع میں تقسیم کرنے کا فیصلہ لیا گیا، اور ائمہ حضرات سے جمعہ کی نماز میں اس پر بیان کرنے کی اپیل کی گئی، نیز جناب صبیح احمد صاحب نے ذمہ داری لی کہ اس پمفلیٹ کو اردو اور ہندی میں دس ہزار کی تعداد میں طبع کراکر عوام وخواص تک پہونچانے کا نظام بنائیں گے۔ امارت شرعیہ کے تنظیمی کاموں میں مزید استحکام آئے اس کے لئے ہر پنچایت میں امارت شرعیہ کی کمیٹی بنانے کے ماقبل کے فیصلہ پر جلد عمل ہو اس کے لئے ضلع کو چار زون میں تقسیم کر ذمہ داریاں سپرد کی گئیں۔ ڈمرا وباجپٹی بلاک کی ذمہ داری مولانا ضیاء الرحمٰن قاسمی، ومحمد مرتضیٰ مہسول کو، ریگا، بسی، بیرگنیاں، میجرگنج کی ذمہ داری مولانا مفتی محمد اشتیاق عالم، مولانا محمد عمر، حافظ شفیع الرحمان، شمیم خان مکھیا کو، بتھنا ہا وسونبرسا کی ذمہ داری قمراختر کو، سرسنڈ، پریہار، پوپری کی ذمہ داری مولانا انوار اللہ فلک قاسمی کو، بوکھرا، ناںپور، رونی سید پور، پرسونی، بیلسنڈ کی ذمہ داری قاضی عمران قاسمی کو، اور چوروت بلاک کی ذمہ داری مولانا اعجاز الحق قاسمی پٹھنپورا کو دی گئی۔ اس موقع پر صبیح احمد، نہال احمد، افضل پینتھر، مولانا لیاقت قاسمی، مولانا ممتاز قاسمی مولانا رئیس مبلغ امارت شرعیہ، مولانا نور عالم مبلغ امارت شرعیہ سمیت دیگر معزز شخصیات موجود تھیں۔ (رپورٹ تنظیم)

ضلع رانچی، لوہردگا وگملا میں ۱۰؍تا ۱۶؍اکتوبر وفد امارت شرعیہ کا دورہ

امارت شرعیہ کا ایک مؤقر وفد جناب مولانا مفتی محمد سہراب ندوی قاسمی صاحب، نائب ناظم امارت شرعیہ کی قیادت میں ۱۰؍تا ۱۶؍اکتوبر ۲۰۱۹ء ضلع رانچی، لوہردگا وگملا کے مختلف مواضعات کا دعوتی دورہ کرے گا، اس دورہ میں جناب مولانا ومفتی نذر توحید مظاہری صاحب قاضی شریعت دارالقضاء چترا، جناب مولانا ومفتی محمد انور قاسمی صاحب قاضی شریعت رانچی، جناب مولانا منظور عالم قاسمی صاحب رکن شوریٰ وعاملہ امارت شرعیہ، جناب مولانا اکرام الحق عینی صاحب، صدر تنظیم امارت شرعیہ ضلع لوہردگا، جناب مولانا ومفتی محمد عمر فاروق صاحب قاضی شریعت لوہردگا، جناب مولانا مزمل حسین قاسمی وجناب حافظ محمد شہاب الدین صاحب مبلغین امارت شرعیہ، شریک رہیں گے، ان کے علاوہ مقامی علماء کرام بھی اپنے اپنے حلقے میں شریک وفد ہوں گے۔ اس دورہ کا مقصد مسلمانوں میں دینی، ملی اور تعلیمی بیداری پیدا کرنا موجودہ حالات میں ایک باوقار، باکردار اور باضمیر ملت کی حیثیت سے زندہ رہنے کی دعوت دینا اور اس کے لئے صحیح راہ عمل کی طرف توجہ دلانا، وحدت واجتماعیت جو ملی قوت کا سرچشمہ اور اخلاق ومحبت جو ترقی کا زینہ ہے اس کی اہمیت سے واقف کرانا نیز امارت شرعیہ کے گرانقدر خدمات اور اس کے پیغامات سے روشناس کرانا ہے، دورہ کے پروگرام کا اجمالی خاکہ اس طرح ہے۔

نمبر شمار	تاریخ	ایام	اجلاس عام صبح	اجلاس عام ظہر تا عصر	اجلاس عام بعد نماز مغرب
۱	۱۰؍اکتوبر ۲۰۱۹ء	جمعرات	ہیسل، انگڑا رانچی		جامع مسجد اٹکی
۲	۱۱؍اکتوبر ۲۰۱۹ء	جمعہ	کیسہ۔ جمعہ میں خطاب		جامع مسجد سیسئی
۳	۱۲؍اکتوبر ۲۰۱۹ء	سنیچر	مدرسہ اسلامیہ محمودیہ، سرسا، مڑما، میسال، ضلع رانچی		جامع مسجد ترنگا ضلع رانچی
۴	۱۳؍اکتوبر ۲۰۱۹ء	اتوار	مدرسہ مفید الاسلام، ملت نگر، باری ڈیہہ، ضلع لوہردگا	جامع مسجد ہنہٹ ضلع لوہردگا	عیدگاہ میدان چٹول ضلع رانچی
۵	۱۴؍اکتوبر ۲۰۱۹ء	سوموار	ٹانگر بسلی ضلع رانچی	کوڑو ضلع لوہردگا	سندرو ضلع لوہردگا
۶	۱۵؍اکتوبر ۲۰۱۹ء	منگل	جامع مسجد کیرو ضلع لوہردگا		شہر لوہردگا
۷	۱۶؍اکتوبر ۲۰۱۹ء	بدھ	مدرسہ ارشد المدارس، بسوا ضلع گملا	مسجد حرا، ٹوٹو ضلع گملا	مدینہ مسجد گملا

ایس ٹی ای ٹی امتحان کے دونوں پیپروں میں اردو، عربی وفارسی کو شامل کیا جائے۔ امارت شرعیہ

امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ اردو، عربی اور فارسی زبان دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں میں سے ہے، اردو اور عربی دنیا کے اکثر ممالک میں بولی اور پڑھی جاتی ہے۔ ہندوستان میں بھی یہ زبان مختلف ریاستوں اور اس کے خطوں میں بول چال کی زبان ہے، بہار حکومت نے اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا ہے، عربی وفارسی یونیورسٹی قائم کی، وزیر اعلیٰ نتیش کمار بھی اپنے بیانوں میں اور کیبنیٹ کی میٹنگوں میں اردو زبان کے تعلق سے فکرمند نظر آتے ہیں اور اس سلسلہ میں کئی اہم اعلانات انہوں نے کیے ہیں، لیکن اس کے باوجود بہار اسکول اگزامنیشن بورڈ پٹنہ کے ذریعہ مڈل اسکول اور پلس ٹو اسکول میں اساتذہ کی تقرری کے لیے ہونے والے اہلیتی امتحان ایس ٹی ای ٹی (STET) میں اردو، عربی اور فارسی کو شامل نہیں کیا گیا ہے، اسی طرح پرائمری اسکول میں بحالی کے لیے ہونے والے امتحان میں اردو تو شامل ہے لیکن عربی اور فارسی زبانیں شامل نہیں ہیں، جب کہ یہ زبانیں عالمی سطح پر مقبول زبان ہیں، ہر اسکول میں بڑی تعداد میں طلبہ وطالبات ایسے ہیں جن کی مادری زبان اردو ہے، اسی طرح اختیاری مضامین میں عربی وفارسی رکھنے کا بھی سلسلہ ہے، اسکولوں کے نصاب تعلیم میں بھی یہ زبانیں شامل ہیں، ان کی تعلیم کے لیے سرکار کی جانب سے اردو، عربی اور فارسی زبان میں کتابیں بھی طبع ہوتی ہیں، بورڈ امتحان میں بھی امیدوار اختیاری مضمون کے طور پر فارسی وعربی کو رکھتے ہیں۔ اگر ان زبانوں کے اساتذہ نہیں ہوں گے تو طلبہ وطالبات کی تعلیم کا بڑا حرج ہوگا۔ اس لیے اگر حکومت تعلیمی میدان میں ترقی کی راہیں ہموار کرنا چاہتی ہے تو ایس ٹی ای ٹی امتحان میں دونوں پیپروں میں اردو، عربی اور فارسی کو شامل کرے، ساتھ ہی اردو، فارسی کے خالی عہدوں پر تقرری کا بھی اعلان کرے تاکہ اردو، فارسی کے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو روزگار مل سکے۔ اس لیے وزیر اعلیٰ بہار جناب نتیش کمار اور وزیر تعلیم حکومت بہار جناب کرشن نندن ورما سے میرا مطالبہ ہے کہ خصوصی دلچسپی لے کر اردو، عربی اور فارسی زبان کو ایس ٹی ای ٹی کا حصہ بنایا جائے، دونوں پیپروں میں تینوں زبانوں کو شامل کیا جائے۔ اور ان زبانوں کو ان کا جائز حق دیا جائے۔ پرائمری سطح سے لے کر کالج اور یونیورسٹی کی سطح تک جہاں جہاں اردو، عربی اور فارسی کی جگہیں خالی ہیں، جلد از جلد نوٹفکیشن جاری کرکے وہاں بحالی کی جائے۔ یہ اردو آبادی کے سرکار پر اعتماد کو بڑھانے میں مددگار ہوگا۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168

Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233

Mobile: 9576507798

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔

Facebook Page: http//@imaratshariah

Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ مزید مفید دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ @imaratshariah کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)

Volume:57/67,Issue:36 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND

NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

تاریخ پڑھ رہا تھا میں اپنے وطن کی
اردو کا ذکر آیا تو آنسو نکل پڑے
(جاوید رشید عامر)

کیا ہر اختلاف رائے ملک سے بغاوت ہے؟

ڈاکٹر سید ظفر محمود

ہندوستان میں قانون بغاوت (Sedition) اور اظہار رائے پر احمد آباد میں منعقد وکیلوں کی ورکشاپ میں سپریم کورٹ کے جسٹس دیپک گپتا نے کہا ہے کہ اگر ہم قانون ساز ایوان، انتظامیہ، عدلیہ، افسر شاہی یا حکمرانی سے منسلک دیگر اداروں کی تنقید کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں تو ہم جمہوریت کے بجائے ایک پولیس اسٹیٹ بن جائیں گے اور ہمارے دستور کے بانیوں نے ایسی امید بھی نہیں کی تھی۔ انھوں نے صریحاً کہا ہے کہ اس قسم کی تنقید کو ملک سے بغاوت نہیں کہا جاسکتا ہے۔ انھوں نے یاد دلایا کہ ربندرناتھ ٹیگور نے کہا تھا کہ قوم پرستی ایک بڑا خطرہ ہے، لیکن آج اگر کوئی ایسا کہے تو بعید از قیاس نہیں ہے کہ اسے باغی کہا جائے۔ اگر ملک کے باشندوں کو اپنے خیالات کے اظہار اپنا عقیدہ رکھنے اور اپنی پسند کی عبادت کرنے کا حق نہ ہو تو یہ جمہوری نظام نہیں ہے، بلکہ اظہار رائے وضمیر کے حق میں اختلاف کا حق پوری طرح شامل ہے۔

اگر سماج کے بنائے ہوئے قدیم رسم ورواج پر ہمیشہ بھیڑ چال ہوتی رہے گی، تو وہ سماج بگڑنے لگتا ہے۔ نئے مفکر وفلسفی تبھی پیدا ہوتے ہیں جب وہ سماج کے رسم ورواج سے اپنے اختلاف کا اظہار کرتے ہیں۔ اگر ہر شخص لکیر کا فقیر ہی بنا رہے گا تو غور وخوض اور تفتیش وتحقیق کے خیابان پتھریلے پڑ جائیں گے، افق پر ہمارے ذہن کا دائرہ نظر تنگ ہو جائے گا، مناظر بشریت کی وسعت اور اس کی باریکیاں دسترس انسانی سے باہر ہو جائیں گی اور نئی شاہراہیں تعمیر نہیں ہوسکیں گی۔ جسٹس گپتا نے کہا کہ گوتم بدھ، مہاویر، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت محمدﷺ، گرونانک، مارٹن لوتھر کنگ، راجہ رام موہن رائے، سوامی دیانند سرسوتی، کارل مارکس یا مہاتما گاندھی نے اگر اپنے آباواجداد کے طور طریقوں کو خاموشی سے تسلیم کرلیا ہوتا اور اپنے وقت کے رسم ورواج پر سوال نہیں اٹھائے ہوتے تو نئی سوچ جنم نہیں لیتی۔

بغیر قانون کی خلاف ورزی کئے ہوئے عدم تقلید، تعمیر کن اعتراضات و اختلافات کرنے اور اپنے دین کی افرایش کرنے کے حق کو دستور ہند میں اعلیٰ مقام دیا گیا ہے۔ جمہوریت کا اہم پہلو یہ ہے کہ ملک کے سبھی شہری حکمرانی کے خوف میں نہ رہیں اور وہ اپنی رائے اس وجہ سے دبا کے نہ رکھیں کہ کہیں حکومت ناراض نہ ہوجائے، ساتھ میں یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی رائے کا اظہار تہذیب کے دائرہ میں رہتے ہوئے اور تشدد کے لئے اکسائے بغیر کیا جائے لیکن ایسے اظہار کو کسی حال میں بھی جرم قرار نہیں دیا جانا چاہئے۔ شہریوں کو مکمل آزادی ہونی چاہئے کہ وہ چالان ومقدمہ بازی اور انٹرنیٹ و سوشل میڈیا پر قصداً تفرقہ انگیزی یا ٹرولنگ (Trolling) سے ہراساں ہوئے بغیر اپنی رائے کا اظہار کرسکیں، مقام افسوس ہے کہ حال میں ملک کی ایک نامور شخصیت کو سوشل میڈیا سے اپنے کو جدا کرنا پڑا، انھیں اور ان کے افراد خاندان کو ہیبت ناک انجام کی دھمکیاں مل رہی تھیں۔

ہمیں یہ اہم حقیت ذہن نشین کرنی ہے کہ بغاوت سے متعلق ہمارے موجودہ قانون کی تشکیل وتدوین تب ہوئی تھی جب ہم ایک بیرونی سامراجی استعماری طاقت کے زیرنگوں تھے۔ برطانوی حکام کو مخالفت نہایت ناپسند تھی اور وہ کوئی تنقید سننا نہیں چاہتے تھے، ان کا نصب العین تھا ہمارے ملک کے لوگوں کو ان کے حق رائے دہندگی سے محروم رکھنا۔ اسی وجہ سے مہاتما گاندھی پر احمد آباد میں بغاوت کی فرد جرم قائم کی گئی تھی تب انھوں نے برطانوی جج کے سامنے کہا تھا کہ جذبہ الفت کی دستکاری یا صنعتکاری نہیں ہوسکتی ہے، نہ اسے قانون کے ذریعہ نافذ کیا جاسکتا ہے۔ اگر کسی شخص یا سسٹم کے تئیں الفت نہیں ہے تو تشدد کے لئے ورغلائے بغیر عدم اطمینان و بددلی کو واضح کرنے کی آزادی ہونی چاہئے، پھر بھی گاندھی جی کو چھ برس کی قید ہوگئی۔ عدالت عظمیٰ کے جسٹس گپتا نے کہا کہ جمہوریت میں کسی کو حکومت سے محبت کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا جانا چاہئے۔ اسی لئے جسٹس نریمن نے ایک مقدمہ کے فیصلہ میں لکھا تھا کہ ہر عنادتحریک آرٹیکل؛ چاہے وہ برسراقتدار جماعت کے لئے کتنی ہی غیر مقبول کیوں نہ ہو، پھر بھی وہ آرٹیکل 19(1)(a) کے قلب سے جڑی ہوتی ہے، ہاں آرٹیکل 19(1)(b) اس پر واجبی قرین عقل پابندیاں (Reasonable restrictions) عائد کرتا ہے۔ لیکن جسٹس گپتا کے مطابق تلخ حقیقت یہ ہے کہ ملک میں فن گفت وشنید فنا ہوتا جارہا ہے، اصولوں ومتنازعہ امور پر تعمیری مباحثہ کے بجائے چیخ پکار و بد کلامی ہوتی رہتی ہے، حزب مخالف کو اپنا اور حد یہ ہے کہ ملک کا دشمن سمجھا جاتا ہے۔ تعزیرات ہند کے سکشن 124A کی ماہیئت اور اس کے جواز و واجبیت (Import and Ratio) کو دستور ہند کے آرٹیکل 19(1)(a) کی روشنی میں ہی سمجھنا ہوگا۔ سارے جمہوری حقوق اکثریت کے ہی نہیں ہوتے ہیں، بلکہ اقلیت کو بھی اپنی رائے ظاہر کرنے کا اتنا ہی حق ہے۔

جمہوری طرز میں جب حکومتوں کے زیادہ تعداد میں اراکین منتخب ہوکر ایوان میں آتے ہیں تو اس کے باوجود اس جماعت کو ایک سو فیصد سے کم ہی ووٹ ملتے ہیں، لہٰذا یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ یہ پورے ملک کی نمائندگی ہے۔ ویسے بھی بغاوت تو حکومت کے خلاف ہو تبھی بغاوت کا الزام لگ سکتا ہے، حکومت کے اراکین کے خلاف انفرادی طور پر تنقید ہو تو اسے بغاوت نہیں کہا جائے گا۔ ایمرجنسی کے دوران ایک صدر جماعت نے کوشش تھی کہ اس کی لیڈر کو ملک کے برابر مانا جائے، لیکن یہ کوشش بری طرح فیل ہوگئی۔ سینئر عہدہ داروں کی تنقید کو ہتک عزت کہا جاسکتا ہے جس کے لئے وہ قانونی کاروائی کرسکتے ہیں لیکن عدالتیں اسے ملک کے خلاف بغاوت نہیں مانتی ہیں اور نہ اسے بے آہنگی (Disharmony) کا متحرک تسلیم کیا جائے گا۔ (بقیہ صفحہ ۱۰ ر پر)

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا پیغام

ملک میں پہلے این پی آر (NPR) نافذ ہو رہا ہے، اور حکومت کی منشاء ہے کہ این آر سی (NRC) بھی نافذ ہو، اس لیے ہمیں کاغذی طور پر ہر طرح سے تیار رہنا چاہئے۔ گھبرانے اور الجھنے کے بجائے پوری مستعدی کے ساتھ کاغذات تیار رکھیں۔

NPR یعنی ''نیشنل پاپولیشن رجسٹر'' مردم شماری کا رجسٹر ہے، جس کے تحت ملک کے تمام باشندوں کی پہچان محفوظ رکھی جاتی ہے۔ اب اسے کمپیوٹرائزڈ (ڈجیٹل) کیا جائے گا۔ جس میں ہر باشندہ کی پوری پہچان آنکھ اور انگلیوں کے نشانات کے ساتھ محفوظ رہے گی۔ اس کی کارروائی پورے ملک میں یکم اپریل ۲۰۲۰ء سے شروع ہوگی اور ۳۰ ر ستمبر ۲۰۲۰ء تک چلے گی۔ ہندوستان کے ہر باشندہ کو اس میں اپنا نام اپنے کاغذات کی بنیاد پر درج کروانا ہوگا۔ حکومت نے اس کے کاغذات اور ثبوت کی کوئی تعیین نہیں کی ہے، مگر سابقہ کارروائی اور این پی آر (NPR) کے ڈھانچہ کو دیکھ کر لگتا ہے کہ مندرجہ ذیل کاغذات میں سے کم از کم تین کاغذات ضروری ہوں گے، ویسے مندرجہ ذیل کاغذات کی ضرورت این آر سی (NRC) کے وقت بھی پڑے گی۔ اس لیے ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ نیچے لکھے دستاویزات میں زیادہ سے زیادہ دستاویزات چار پانچ ماہ میں تیار کرلیں، جو سب کے سب بالکل ایک طرح کے ہوں۔

دستاویزات

(۱) برتھ سرٹیفکٹ (۲) پاسپورٹ (۳) ڈرائیونگ لائسنس (۴) پوسٹ آفس کے کاغذات (۵) بورڈ یا یونیورسٹی کا سرٹیفکٹ
(۶) آدھار کارڈ (۷) بینک پاس بک (۸) پین کارڈ (۹) مقدمات کے کاغذات (۱۰) ایل آئی سی کے کاغذات
(۱۱) رہائشی سرٹیفکٹ (۱۲) بجلی بل (۱۳) راشن کارڈ (۱۴) پرانی ووٹر لسٹ کی کاپی (۱۵) خاندانی رجسٹر کی کاپی
(۱۶) ووٹر آئی ڈی کارڈ (۱۷) مستقل رہائشی سند (۱۸) وراثت نامہ) ونشاولی (۱۹) نن اویبلیٹی سرٹیفکٹ (۲۰) ایل پی جی گیس کنکشن
(۲۱) سرکاری ملازمت سے متعلق کاغذات (۲۲) زمین کے کاغذات (والد، دادا نانا وغیرہ کے) (۲۳) رفیوجی رجسٹریشن سرٹیفکٹ

اوپر لکھے ہوئے کاغذات میں سے کچھ کو دیکھ کر این پی آر (NPR) میں ہر شہری کا رجسٹریشن ہو جائے گا، مگر حکومت کی جو منشا ہے کہ آسام کے طرز پر ملک بھر میں این آر سی نافذ ہو اس معاملہ میں کسی غلط فہمی میں نہ رہتے ہوئے ابھی سے ہر شخص کو تیاری کرنی چاہئے اور اوپر لکھے دستاویزات میں سے زیادہ سے زیادہ جمع کرلینی چاہئے، تاکہ وقت پر دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ انڈین سٹیزن شپ ایکٹ ۱۹۵۱ء کے تحت ۲۶ ر جنوری ۱۹۵۰ء سے یکم جولائی ۱۹۸۷ء تک درمیان پیدا ہونے والے سبھی لوگ ہندوستانی ہیں، یکم جولائی ۱۹۸۷ء سے دسمبر ۲۰۰۳ء کے درمیان پیدا ہونے والے سبھی افراد اس وقت ہندوستانی ہوں گے، جب کہ ان کے والدین ہندوستانی ہوں اور ان میں سے کوئی بھی غیر قانونی طور پر (Illegal Immigrants) ہندوستان میں داخل نہ ہوئے ہوں۔ آسام کے طرز پر این آر سی (NRC) کا مطلب یہ ہے کہ ہر باشندہ کو ہندوستانی ہونے کے لیے ۲۴ ر مارچ ۱۹۷۱ء سے پہلے کے خاندانی کاغذات کی بنیاد پر ثابت کرنا ہوگا کہ وہ ہندوستانی ہیں، جس کے تحت ہر فرد کو کم از کم ۱۹۵۱ء سے لے کر ۲۴ ر مارچ ۱۹۷۱ء کے درمیان کے کاغذات پیش کرنے ہوں گے، باپ، دادا، نانا وغیرہ کی زمین کے کاغذات کے ذریعہ بھی خود کو ہندوستانی ثابت کیا جاسکتا ہے۔

یاد رکھئے! صوبوں میں یکم ستمبر ۲۰۱۹ء سے شناختی کارڈ میں ناموں کی اصلاح، نئے شناختی کارڈ بنانے اور ٹرانسفر کرنے کا کام شروع ہو چکا ہے، جو ۱۵ ر اکتوبر ۲۰۱۹ء تک جاری رہے گا، آپ کے کاغذات میں سے کسی میں بھی نام، ولدیت، پتہ، تاریخ پیدائش کی لکھاوٹ (Spelling) میں کوئی غلطی ہے تو اسے درست کرائیے اور تمام کاغذات کو ایک جیسا بنائیے، جو کاغذات، دستاویزات تیار نہیں ہیں، انہیں تیار کرائیں، آدھار کارڈ میں نام دوبار درست کرا سکتے ہیں، تاریخ پیدائش اور جنس کو ایک بار ہی ٹھیک کیا جاسکتا ہے۔ والدین اور دادا، نانا وغیرہ کی ہر طرح کی آئی ڈی، راشن کارڈ، پاسپورٹ، سرکاری ملازمت کے کاغذات کو محفوظ رکھیں، اگرچہ وہ انتقال کر گئے ہوں، ان کی سند وفات (ڈیتھ سرٹیفکٹ) بھی محفوظ رکھیں، اگر زمین کے کاغذات اوریجنل نہیں ہیں تو فوٹو اسٹیٹ کی بنیاد پر سرٹیفائڈ کاپی نکلوائیں اور اسی کے مطابق اپنے نام درست کرائیں، اپنے خاندان کے دوسرے افراد کی بھی مدد کریں، تاکہ ہر کوئی کاغذی طور پر تیار رہے، اوپر جن کاغذات کا ذکر آیا ہے، اس کے علاوہ بھی کوئی سرکاری کاغذ جو آپ کے ہندوستانی ہونے کو ثابت کرے، اسے بھی اپنی فائل میں محفوظ رکھیں۔

نوٹ: امارت شرعیہ کے نقباء، نائبین نقباء، بلاک اور ضلع کے صدر، سکریٹری، ائمہ مساجد، شہر، گاؤں کے ذمہ دار، رفاہی، ملی اور سماجی تنظیموں کو چاہئے کہ شہر اور دیہاتوں میں کیمپ لگا کر لوگوں کے دستاویز درست کرائیں۔ ائمہ مساجد، مسجد کے منبر سے کاغذات درست کرانے کی اپیل کریں اور لوگوں کے اندر اس سلسلہ میں بیداری پیدا کریں۔

محمد ولی رحمانی
امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ

براہ کرم اس اعلان کو جمعہ کی نماز سے پہلے پڑھ کر سنادیں | **شائع کردہ**: شعبۂ نشر واشاعت امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ؛ **رابطہ نمبر**: 9431003160,9939088124,9431003131,8405997542 | مناسب جگہ چسپاں کردیں